﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعہ ۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء شمارہ ۴

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ماہ رمضان کی عظمت اور اس کے روحانی اثرات

یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے

[اخبار "بدر" ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء کے حوالہ سے ملفوظات جلد چہارم میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فارسی زبان میں فرمودہ ایک تقریر کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سال رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد فرمائی تھی۔ حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کا ایک حصہ درج ذیل ہے:-]

"شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" (البقرہ: ۱۸۶) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس "انزل فیہ القرآن" میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں ....۔

خداتعالیٰ کے احکام دو قسموں میں تقسیم ہیں۔ ایک عبادات مالی دوسرے عبادات بدنی۔ عبادات مالی تو اسی کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جن کے پاس نہیں وہ معذور ہیں اور عبادات بدنی کو بھی انسان عالم جوانی میں ہی ادا کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال جب گزرے تو طرح طرح کے عوارضات لاحق ہوتے ہیں۔ نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر بینائی میں فرق آ جاتا ہے۔ (کسی نے) یہ ٹھیک کہا ہے کہ پیری و صد عیب۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

موئے سفید از اجل آرد پیام

انسان کا فرض ہونا چاہئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجالاوے۔ روزہ کے بارے میں خداتعالیٰ فرماتا ہے "وان تصوموا خیراً لکم" (البقرہ: ۱۸۵) یعنی اگر تم روزہ رکھ بھی لیا کرو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے۔

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خداتعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خداتعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خداتعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خداتعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔

پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خداتعالیٰ طاقت بخش دے گا.......۔

میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خداتعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خداتعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خداتعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

مختصرات

"مختصرات" کے عنوان سے قارئین الفضل کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پروگرام "ملاقات" کی کسی قدر تفاصیل سے مطلع کیا جاتا ہے۔ بعض قارئین کا خیال ہے کہ اس میں حضور انور کے ارشادات اور جوابات کی پوری تفصیل آنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مختصرات کا یہ کالم تو پوری تفاصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان مختصرات سے مقصد یہ ہے کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ حضور انور نے کس موضوع پر کب اظہار خیال فرمایا ہے اور پھر احباب اس روز کا پروگرام حاصل کر کے حضور انور کے تفصیلی ارشادات سے استفادہ کر سکیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ بہت سے احباب اسی طریق پر اس کالم سے استفادہ کر رہے ہیں۔

ہفتہ ۷ جنوری ۱۹۹۵ء:

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بچوں کے ساتھ کلاس ہوئی۔ سب سے پہلے حضور نے حضرت عیسیٰؑ کے حالات زندگی، جو گزشتہ ہفتہ آپ نے بتائے تھے کے متعلق بچوں سے سوالات کئے۔ اس کے بعد حضور انور نے حضرت عیسیٰؑ کے کچھ اور حالات زندگی بیان فرمائے۔ جن کے درمیان اسی ضمن میں آپ نے کسوف و خسوف کے متعلق تفصیل سے بچوں کو بتایا۔

اتوار ۸ جنوری ۱۹۹۵ء:

آج "ملاقات" پروگرام میں بوزنین احباب کے ساتھ حضور کی مجلس ہوئی۔ سب سے پہلے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے نئے آنے والے بوزنین احباب کا تعارف ہوا۔ دوران گفتگو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچوں میں جو بڑوں کے ساتھ آئے تھے چاکلیٹ تقسیم فرمائے۔ اس مجلس میں بوزنین احباب نے بوزنین زبان میں سوالات کئے اور حضور انور نے انگریزی میں جوابات دئے جس کا ساتھ کے ساتھ بوزنین زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔ سوالات یہ تھے:

☆ جرمنی میں احمدیوں کے خلاف غیر احمدیوں نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ حضور کا اس بارہ میں کیا خیال ہے؟

اسکا جواب دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ساری دنیا کی سیاست پر نہایت اچھے رنگ میں روشنی ڈالی اور بتایا کہ احمدیت سے دیگر مسلمانوں کی دشمنی کی کیا وجہ ہے۔

☆ اگر برطانیہ میں لیبر پارٹی حکمران بن گئی تو کیا بوزنیا کے متعلق انگلستان کی پالیسی بدل جائے گی؟

☆ ہم ساری دنیا کو کیسے احمدی بن سکتے ہیں۔ احمدیت کی ابتداء کب ہوئی؟

آخر میں ایک بوزنین نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کو بہت جلد دنیا میں غلبہ عطا فرمائے۔

سوموار و منگل، ۹ و ۱۰ جنوری ۱۹۹۵ء:

حسب پروگرام ہومیوپیتھی طریقہ علاج کے بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علی الترتیب کلاس ۵۹ اور ۶۰ لیں۔

بدھ و جمعرات، ۱۱ و ۱۲ جنوری ۱۹۹۵:

دونوں دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پروگرام کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ، اس سے متعلق ابتدائی ضروری گرامر اور معانی کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے بعض ضروری مقامات کی تشریح بیان فرمائی۔ پہلے دن سورہ البقرہ کی آخری اور سورہ آل عمران کی ابتدائی چودہ (۱۴) آیات اور دوسرے دن یعنی بارہ جنوری کو سورہ آل عمران کی آیت ۱۵ تا ۲۵ کا ترجمہ و تشریح بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک ۱۳ جنوری ۱۹۹۵ء:

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ عام سوال و جواب کی مجلس ہوئی۔ سوالات یہ تھے:-

☆ کسی مذہب کا سہارا لئے بغیر اگر کوئی شخص نہایت کرب سے خداتعالیٰ کو پکارتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے اور اسے راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ یا پہلے اس کا کسی مذہب پر ایمان لانا شرط ہے؟

☆ مغربی مادی دنیا کو دعا کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اور وہ اس کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ برٹرنڈ رسل نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ مذہبی لوگ ایک طرف تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو نظام کائنات ہے وہ خداتعالیٰ کی کامل قدرت، کامل علم اور کامل انصاف پر مبنی ہے اور پھر یہ مانتے بھی ہیں کہ ان کا اپنا علم خداتعالیٰ کے علم کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن دوسری طرف وہ اپنے آپ کو ایک کوٹھڑی میں بند کر لیتے ہیں اور رہی سہی روشنی بھی بجھا دیتے ہیں اور اس اندھیرے میں خدا سے کہتے ہیں کہ وہ فلاں امر اس طرح نہیں اس طرح کر دے کہ یہ میرے لئے زیادہ اچھا ہے۔ اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟

☆ قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے کہ "وسع کرسیہ السماوات والارض" اور دوسری جگہ آتا ہے "وکان عرشہ علی الماء" پانی تو زمین میں ہے ہی تو یہ پانی کا الگ ذکر کیوں ہے اور ان دونوں آیات میں کیا فرق ہے؟

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

ماہ رمضان کی آمد آمد ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جسے روحانی موسم بہار کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح بہار کے موسم میں کئی خشک اور مردہ ٹہنیوں پر بھی سبز پتے نکل آتے ہیں اور ہر طرف شادابی آجاتی ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں میں بھی عمومی طور پر ایک بیداری پیدا ہوتی ہے اور کمزور سے کمزور مسلمان بھی اس مقدس مہینہ کے احترام میں کچھ نہ کچھ توجہ عبادت اور ذکر الٰہی کی طرف کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس خاص مہینہ میں نازل ہونے والی بے پایاں رحمتوں سے کچھ تھوڑا بہت حصہ پاسکے۔ اور وہ جو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار اس کی عبادت اور ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں وہ بھی اس مقدس مہینہ میں سلوک اور عرفان کی نئی منزلوں کو طے کرتے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر لحہ وہر آن اس دنیا میں نزول فرماہیں اور اس کی رحمت نے کائنات کی ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے لیکن اس مہینہ میں رحمت باری میں ایک خاص تموج پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ ماہ مقدس بعض ایسے امتیازات رکھتا ہے جو کسی اور مہینہ کو حاصل نہیں۔ یہ وہ بات ہے جس کا علم خود مہینوں اور دنوں کے خالق اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں عطا فرمایا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی عظمت و فضائل پر اللہ تعالیٰ سے علم پاکر امت کو اطلاع بخشی ہے۔ ذیل میں ہم سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں جس میں آپ نے نہایت ہی مؤثر انداز میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ آیت قرآنی "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ...... الخ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"رمضان کا مہینہ ان مقدس ایام کی یاد دلاتا ہے جن میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب کا دنیا میں نزول ہوا۔ وہ مبارک دن، وہ دنیا کی سعادت کی ابتداء کے دن، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت کے دروازے کھولنے والے دن جب دنیا کی گھناؤنی شکل اس کے بدصورت چہرے اور اس کے اذیت پہنچانے والے اعمال سے تنگ آکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جاکر اور دنیا سے منہ موڑ کر اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر صرف اپنے خدا کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ دنیا سے اس طرح بھاگ کر وہ اپنے فرض کو ادا کریں گے جسے ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انہی تنہائی کی گھڑیوں میں انہی جدائی کے اوقات میں اور انہی غور و فکر کی ساعات میں رمضان کا مہینہ آپ پر آگیا۔ اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ چوبیسویں رمضان کو وہ جو دنیا کو چھوڑ کر علیحدگی میں چلا گیا تھا اسے اس کے پیدا کرنے والے، اس کی تربیت کرنے والے، اس کو تعلیم دینے والے اور اس سے محبت کرنے والے خدا نے حکم دیا کہ جاؤ اور جاکر دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔ اور بتایا کہ تم مجھے تنہائی میں اور غار حرا میں ڈھونڈتے ہو مگر میں تمہیں مکہ کی گلیوں اور ان کے شور و شغب میں ملوں گا .... پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان ہی میں یہ آواز آئی اور رمضان ہی میں آپ نے غار حرا سے باہر نکل کر لوگوں کو یہ تعلیم سنانی شروع کی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" یعنی رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اترا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر" یعنی قرآن لیلۃ القدر میں اتارا گیا ہے۔

رمضان رمض سے نکلا ہے جس کے معنے عربی زبان میں جلن اور سوزش کے ہیں۔ خواہ وہ جلن دھوپ کی ہو خواہ بیماری کی۔ اس لئے رمضان کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا موسم جس میں سختی کے اوقات اور ایام ہوں اور ادھر فرمایا ہم نے اسے رات کو اتارا ہے۔ اور رات تاریکی اور مصیبت پر دلالت کرتی ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ الہام کا نزول تکالیف اور مصائب کے ایام میں ہوا کرتا ہے۔ جب تک کوئی قوم مصائب اور شدائد سے دوچار نہیں ہوتی، جب تک اس کے دن راتیں نہیں بن جاتے، جب تک وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے تکلیف نہیں اٹھاتی، جب تک انسانی جسم اندر اور باہر سے مصیبت نہیں اٹھاتا، اس وقت تک خدا تعالیٰ کا کلام اس پر نازل نہیں ہوسکتا ...... پس رمضان کلام الٰہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے۔ اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کیا کریں تاکہ ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بہرحال یہ مہینہ بتاتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کو فتح کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ غار حرا کی علیحدگیوں میں جائے۔ دنیا چھوڑے بغیر نہیں مل سکتی۔ پہلے اس سے علیحدگی اختیار کرنی ضروری ہوتی ہے اور پھر وہ قبضہ میں آتی ہے مگر وہ قبضہ جسے الٰہی قبضہ و تصرف کہتے ہیں .... پس روحانی جماعتوں کو دنیا چھوڑ دینے سے ملتی ہے اور دنیوی لوگوں کو دنیا کے کمانے سے ملتی ہے اور رمضان ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ پہلے شدائد اور مصائب کو قبول کرو۔ راتوں کی تاریکیاں قبول کرو اور ان چیزوں سے مت گھبراؤ کیونکہ یہی قربانیاں تمہاری کامیابی کا ذریعہ ہیں۔

غرض رمضان ایک خاص اہمیت رکھنے والا مہینہ ہے اور جس شخص کے دل میں اسلام اور ایمان کی قدر ہوتی ہے وہ اس مہینہ کے آتے ہی اپنے دل میں ایک خاص حرکت اور اپنے جسم میں ایک خاص قسم کی کپکپاہٹ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتنی ہی صدیاں ہمارے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گزر جائیں۔ کتنے ہی سال ہمیں اور ان کو آپس میں جدا کرتے چلے جائیں۔ کتنے ہی دنوں کا فاصلہ ہم میں اور ان میں حائل ہوتا چلا جائے لیکن جس وقت رمضان کا مہینہ آتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان صدیوں اور سالوں کو اس مہینہ نے لپیٹ لپاٹ کر چھوٹا سا کر کے رکھ دیا ہے اور ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گئے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی قریب نہیں چونکہ قرآن خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام فاصلہ کو رمضان نے سمیٹ سماٹ کر ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب پہنچا دیا ہے۔ وہ بعد جو ایک انسان کو خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے وہ بعد جو ایک مخلوق کو اپنے خالق سے ہوتا ہے۔ وہ بعد جو ایک کمزور اور نالائق ہستی کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا سے ہوتا ہے وہ یوں سمٹ جاتا ہے، وہ یوں مٹ جاتا ہے، وہ یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے سورج کی کرنوں سے رات کا اندھیرا۔ یہی حالت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "اذا سالک عبادی عنی فانی قریب..." جب رمضان کا مہینہ آئے اور میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ میں انہیں کس طرح مل سکتا ہوں تو تو انہیں کہہ دے کہ رمضان اور خدا میں کوئی فرق نہیں۔ یہی مہینہ ہے جس میں خدا اپنے بندوں کے لئے ظاہر ہوا۔ اور اس نے چاہا کہ پھر اپنے بندوں کو اپنے پاس کھینچ کر لے آئے۔ اس کلام کے ذریعہ جو حبل اللہ ہے جو خدا کا وہ رسہ ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا مخلوق کے ہاتھ میں۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ وہ اس رسہ پر چڑھ کر خدا تک پہنچ جائیں"۔

[تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ، سورۃ البقرہ زیر آیت ۱۸۶، جلد دوم صـ ۳۹۱ تا ۳۹۴]

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کے تمام تقاضے پورا کرنے کی توفیق بخشے اور اپنی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ، اِنِّیْ صَائِمٌ۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا، اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ۔ (بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔ روزہ ڈھال ہے، پس جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے، نہ شور و شر کرے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ خوش گوار ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو وہ اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔
(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

مراکش میں منعقد ہونے والی

اسلامی سربراہ کانفرنس یا امریکہ کے حلیفوں کی کانفرنس

(قطب الدین)

مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کو مراکش کے شہر "الدار البیضاء" میں ۵۲ اسلامی ممالک کے سربراہان کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اسے "القمۃ الاسلامیہ" کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اکثر ممالک کے سربراہان یا ان کے مقرر کردہ نمائندگان اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں کسی قسم کی ٹھوس اور قابل تنفیذ تجاویز پر اتفاق نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ سربراہوں کے آپس کے اختلافات تھے۔ مثال کے طور پر عراق اور دوسرے ممالک میں شدید ناراضگی اور دشمنی، مصر اور ایران کی آپس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی، اردن اور منظمۃ تحریر فلسطین کے مابین "قدس" میں موجود مقدس مقامات کی نگرانی کے موضوع پر شدید اختلافات، اور اسی وجہ سے اردن کے شاہ آخری اجلاس سے پہلے ہی کانفرنس چھوڑ کر اپنے ملک واپس چلے گئے۔

اس کانفرنس کے متعلق مختلف تبصرے اور خبریں عرب و عجم کے اخبارات میں شائع ہوئی ہیں ان میں سے ایک تبصرہ درج ذیل ہے۔ "الناصرۃ" سے شائع ہونے والا الاکثیر الاشاعت ہفت روزہ "کل العرب" اپنے اداریہ میں "موتمر حلفاء امریکہ" یعنی امریکہ کے حلیفوں کی کانفرنس کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھتا ہے اس تبصرے کا اردو مفہوم درج ذیل ہے:

"امریکن حلفاء کی کانفرنس" ہمیں اس کانفرنس سے جو کہ "الدار البیضاء" میں منعقد ہوئی اور جس کا نام از راہ ظلم "اسلامی سربراہ کانفرنس" رکھا گیا۔ قطعاً ایسی کوئی توقع نہ تھی کہ فلسطین کی طرف یا "بوزنیا" اور "ہرزیگوینیا" کی طرف، یا کم از کم افغانستان میں متصادم گروپوں کے درمیان امن قائم کروانے کے لئے کسی قسم کی اسلامی افواج بھجوائی جائیں گی۔ لیکن یہ توقع ضرور تھی کہ عادت کے مطابق عالم اسلامی کو درپیش بعض المناک مسائل پر بات چیت ہوگی اور خاص طور پر وہ مسئلہ جس کا حل "امیرالمومنین" الحسن الثانی کی طرف سے منعقدہ کانفرنس تلاش کر رہی ہے [نوٹ: قارئین کے علم میں اضافہ کے لئے تحریر ہے کہ مراکش کے شاہ "الحسن الثانی" کا ذکر امیرالمومنین کے لقب سے کیا جاتا ہے۔ مراکش ٹی وی اور ریڈیو پر خبریں سنانے والے اسی لقب سے ان کا ذکر کرتے ہیں]۔ لاکھوں مسلمان دنیا کے مختلف علاقوں میں صفحہ ہستی سے مٹا دئے جانے کے خطرہ سے دوچار ہیں۔ "سرائیوو، گروزنی (چیچنیا)، کشمیر" اس کے علاوہ اور بہت سے علاقے اسی خطرہ سے دوچار ہیں۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ "القدس" ہے جہاں ہر روز نئی یہودی کالونیاں بنانے کا کام جاری ہے تا کہ حقیقی موجودہ صورت حال مسلمانوں پر ٹھونسی جا سکے۔

"الدار البیضاء" کانفرنس میں شریک ہونے والوں نے اپنی توجہ (اسرائیل اور عرب ممالک میں) صلح کی کوششوں اور فقہ اور تفسیر کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرنے پر مرکوز رکھی (ان مسائل کے حل کی ضرورت اس لئے پیش آئی) کہ کٹر مسلمانوں کے جن خیالات نے اہل مغرب کی نظر میں اسلام کی صورت کو بگاڑ دیا ہے، ان خیالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ہمارے نزدیک یہ جائز ہوگا اگر ہم اس کانفرنس کا نام "امریکہ کے حلفاء کی کانفرنس" رکھیں۔ اس کانفرنس کے ذریعہ ان امور کو نافذ کیا جائے گا جو ابھی تک نافذ نہیں کئے جا سکے اور وائٹ ہاؤس کے ایماندار پہرے دار ہونے کی حیثیت سے وفاداری کے عہد کو پورا کیا جائے گا۔ اور وائٹ ہاؤس کے ان مفادات کی حفاظت و ضمانت فراہم کی جائے گی جو کہ عربوں اور مسلمانوں کی تقدیر پر قبضہ جمائے رکھنے سے وابستہ ہیں"۔

(ہفت روزہ "کل العرب"، ۱۶ دسمبر ۱۹۹۴ء)

اس خبر کے مطالعہ کے بعد ہر دردمند دل رکھنے والا مسلمان اسلامی ممالک کے سربراہوں سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوگا کہ بوسنیا جہاں اب تک لاکھوں مسلمان قتل ہو چکے ہیں، آئندہ اس قتل کو رکوانے کے لئے زبانی جمع خرچ کے علاوہ کیا ٹھوس اقدام کئے گئے۔ عراق میں ہزاروں بچے بھوک اور دوا کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مر گئے اور سینکڑوں روزانہ مر رہے ہیں۔ ان کی جان بچانے کے لئے کیا اقدام اٹھایا گیا۔ افغانستان میں مسلمانوں کا آپس میں "اسلامی جہاد" جاری ہے۔ کیا اس کو رکوانے کی ضرورت محسوس بھی کی گئی یا نہیں؟ یا یہ خیال کیا گیا کہ جب یہ بدقسمت ملک کھنڈرات کا ڈھیر بن جائے گا تب یہ مسئلہ خود ہی حل ہو جائے گا۔

یہ تو خیر سیاسی مسائل تھے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ آپس کے تنازعات کی وجہ سے ان کا حل ممکن نہ تھا۔ مگر بعض ایسے بنیادی مسائل کا حل تو ممکن تھا جو تمام عالم اسلام میں مشترک ہیں۔ ان میں سے ایک کا ذکر بطور مثال درج ذیل ہے۔ ہفت روزہ سائنس میگزین ۱۶ جون ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸ پر لکھتا ہے:

"اس وقت کرہ ارض پر مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ہے ان میں سے تقریباً ساٹھ کروڑ ان پڑھ اور بالکل ناخواندہ ہیں۔ بیشتر قرآن مجید ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے"۔

اب ساٹھ فیصد مسلمانوں سے ناخواندگی دور کرنے کی اولین ذمہ داری تو اسلامی ممالک کے سربراہوں ہی کی تھی۔ مگر انہوں نے اس چھوٹی سی مگر اہم ترین ضرورت کی طرف کبھی سنجیدگی سے توجہ کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس قسم کے اور بہت سے مسائل ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں۔

ہم دردمند دل رکھنے والے مسلمانوں کو سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد دلاتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا "انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ و یتقی بہ" [صحیح مسلم کتاب الامارہ باب الامام جنۃ یقاتل من ورائہ و یتقی بہ] کہ "الامام" ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے یا لڑا جائے گا اور اس کے ذریعہ سے ہی بچا جاتا ہے یا بچا جائے گا"۔

حقیقت یہ ہے کہ آج عالم اسلام اپنے آپ کو دجالی طاقتوں کی خطرناک سازشوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتا جب تک وہ خدا کے مقرر کردہ "الامام" کی آسمانی ڈھال کے پیچھے نہ آ جائے اور وہ آسمانی ڈھال امام زمانہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں احیاء دین اسلام کے لئے مبعوث فرمایا اور آج اس وقت جماعت احمدیہ کے موجودہ امام خلیفۃ المسیح الرابع سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد نصرہ اللہ نصراً عزیزاً وہ امام ہیں جن کے پیچھے رہ کر موجودہ زمانہ کی عظیم روحانی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اور فی زمانہ یہی وہ آسمانی ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر ہی بچا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ ہماری یہ بات کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے اس کی مرضی مگر وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا ہمارا فرض ہے۔

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نصرہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ عالم اسلام کو مندرجہ ذیل دردمندانہ الفاظ میں مخاطب فرمایا:

"میں جماعت احمدیہ کے سربراہ کے طور پر اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو خواہ وہ ہمیں بھائی سمجھیں یا نہ سمجھیں، یہ پرزور اور عاجزانہ نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شدید خطرات درپیش ہیں۔ تمام عالم اسلام کی دشمن طاقتیں آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی دخل اندازی کے بہانے ڈھونڈتی ہیں اور لمبا عرصہ ہوا کہ آپ ان کے ہاتھ میں نہایت ہی بے کس اور بے بس مہروں کی طرح کھیل رہے ہیں اور ایک دوسرے کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس لئے تقویٰ کو پکڑیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جو آج ذلت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے تمسخر کا سلوک ان سے کیا جا رہا ہے۔ تمام دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں بڑی حقارت سے اسلام کو دیکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں یہ ہمارے ہاتھوں میں اسی طرح ہیں جس طرح بلی کے ہاتھوں میں چوہا ہوا کرتا ہے۔ اور جس طرح چاہیں ان سے کھیلیں اور جب چاہیں سوراخ میں داخل ہونے سے پہلے ان کو دبوچ لیں .... عالم اسلام پر داغ پر داغ لگتا چلا جا رہا ہے، اسلام کی عزت و وقار مجروح ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے خدا کا خوف کریں اور اسلام کی تعلیم کی طرف واپس لوٹیں اس کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ادبار اور تنزل کا دور اور یہ بار بار کے مصائب حقیقت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کا نتیجہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور آخری پیغام میرا یہی ہے کہ وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ خدا نے جس کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو، وہی ہے جو تمہاری سربراہی کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر، اس سے علیحدہ ہو کر تم ایک ایسے جسم کی طرح جس کا سر باقی نہ رہا ہو۔ بظاہر جان ہو اور عضو پھڑک رہے ہوں بلکہ درد و تکلیف سے بہت زیادہ پھڑک رہے ہوں لیکن وہ سر موجود نہ ہو جس کو خدا نے اس جسم کی ہدایت و راہنمائی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ پس واپس لوٹو اور خدا کی قائم کردہ سیادت سے اپنا تعلق باندھو۔ خدا کی قائم کردہ قیادت کے انکار کے بعد تمہارے لئے کوئی امن و فلاح کی راہ باقی نہیں۔ اس لئے دکھوں کا زمانہ لمبا ہو گیا۔ واپس آؤ، توبہ و استغفار سے کام لو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں خواہ معاملات کتنے بھی بگڑ چکے ہوں، اگر آج تم خدا کی قائم کردہ قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر لو، تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے لحاظ سے تم ایک عظیم طاقت کے طور پر ابھرو گے بلکہ تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ نو کی ایسی عظیم تحریک چلے گی کہ کوئی دنیا کی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی اور وہ بات جو صدیوں تک پھیلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ وہ دہاکوں کی بات بن جائے گی، سالوں کی بات بن جائے گی۔ تم اگر شامل ہو یا نہ ہو، جماعت احمدیہ بہرحال تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے جس طرح پہلے اس راہ میں قربانیاں پیش کرتی رہی ہے۔ آج بھی کر رہی ہے، کل بھی کرتی چلی جائے گی اور آخری فتح کا سہرا پھر صرف جماعت احمدیہ کے نام لکھا جائے گا۔ پس آؤ اور اس مبارک تاریخی سعادت میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ اگست ۱۹۹۰ء)

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینیجر)

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

ربوہ ـــ جہاں بستے ہیں غلمان محمدؐ

(شمیم احمد خالد - بیلجئیم)

ربوہ ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی شہر اس وقت کرہ ارض پر موجود نہیں جہاں اتنی بڑی تعداد میں اسلامی اخلاق و کردار کے افراد بستے ہوں۔ خاکسار اس دفعہ وہاں چند ہفتے رخصت گذار کر آیا۔ وہاں ایسے ایسے عظیم الشان صفات کے حامل لوگوں سے ملاقات ہوئی کہ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس عاجز کا قلم ان لوگوں کی شان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں اور تجربات سے ان کی عظمت واضح تو ہو جاتی ہے لیکن انہیں تحریر کے ذریعہ دوسروں تک پہنچانا آسان نہیں۔ بہر حال چند واقعات بیان کر دیتا ہوں۔ مشتے از خروارے جن سے کچھ اندازہ ہوگا کہ باقی دنیا کے طریقوں اور طرز زندگی سے الگ ایک امتیازی رنگ ربوہ کے باسیوں میں پایا جاتا ہے۔

میری بیٹی نے بیان کیا کہ وہ سبزی لینے بازار گئی تو بازار میں ایک شخص شلغم ایک روپے کلو کی آواز دے رہا تھا۔ (یعنی قریباً ایک پینی فی پونڈ جو کہ پاکستانی نارمل ریٹ کے لحاظ سے بھی کم قیمت تھی) شلغم خریدنے کے بعد میں نے اسے زائد رقم دینا چاہی تو اس غریب آدمی نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے جو آواز دے کر قیمت بیان کی ہے اس سے زائد وصول کرنا میرے لئے درست نہیں۔ بلاشبہ بہت کم لوگ دنیا میں ہیں جو باوجود غربت کے پیسے سے اس طرح بے نیاز ہیں جیسے کہ یہ شخص تھا۔

ایک شام مسجد اقبال کے پاس سے خاکسار کا گزر ہوا۔ نماز مغرب کا وقت تھا۔ چنانچہ خاکسار نماز کے لئے وہیں رک گیا۔ اندر جانے پر یہ دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی کہ مسجد میں موجود کثیر تعداد نمازیوں میں سے قریباً نصف تعداد بچوں کی تھی۔ نئی پود کی اسلام سے محبت اور اسلامی ارکان پر عمل کا یہ نمونہ ربوہ سے باہر صرف قادیان میں نظر آتا ہوگا ورنہ احمدیہ ماحول سے باہر عموماً تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ مساجد میں بڑوں کے علاوہ بہت کم نئی پود شامل ہوتی ہے۔ عیسائیوں کے گرجوں میں تو حالت اور بھی تشویشناک ہے کہ چند بڑے بوڑھوں کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لئے نہیں آتا۔ دراصل یہ واضح ثبوت ہے کہ اب صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی صداقت کی نئی نسلیں بھی قائل ہیں اور احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے جس میں اتنی طاقت اور کشش ہے کہ نئی نسل بھی اس میں اپنی روحانی اور اخلاقی تشنگی کا سامان پاتی ہے۔

تحریک جدید کے دفتر میں جانا ہوا وہاں چائے کے وقفہ کے دوران ایک دوست نے کسی خوشی کے موقعہ کی مناسبت سے اپنے شعبہ کے عملہ کے لئے چائے اور ماکولات کی دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ خاکسار کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ دعوت میں نمایاں رنگ یہ تھا کہ نائب قاصد سے لے کر ڈائریکٹر صاحبان سب کے لئے ایک ہی طور پر نشست و خورد کا انتظام تھا۔ مساوات کا عملی نمونہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں کسی کو اس بات کا احساس بھی نہ تھا کہ مساوات کا لحاظ رکھا جا رہا ہے کیونکہ اس ماحول میں یہ ایک عام بات تھی لیکن میں نے اس لئے نوٹ کر لی کہ بیرونی دنیا میں یہ معمول نہیں۔

پوسٹ آفس جانا ہوا۔ چند لفافے اور ٹکٹ خریدے۔ ادائیگی کرنے پر بقایا ادا کرنے کے لئے کلرک کے پاس پوری ریز گاری نہ تھی۔ چنانچہ اس نے نوٹ واپس کرتے ہوئے کہا کہ تیس پیسے پھر کبھی آئیں تو دے جاویں ورنہ رہنے دیں۔ خاکسار نے اصراراً ایک روپیہ زائد دے دیا۔ وہ صاحب کہنے لگے اگر کسی گاہک کے پاس ریزگاری نہ ہو تو میں چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ کئی صاحب ایسے آتے ہیں جو زائد نوٹ چھوڑ جاتے ہیں اس طرح مجھے کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ حساب بند کرتے وقت میرے پاس ایک دو روپے زائد ہی ہوتے ہیں، کم نہیں پڑتے۔ چنانچہ میں نے اس طریق کی تعریف کی۔ مجھے یقین ہے کہ دنیا میں بہت کم ایسے شہر ہیں جہاں سرکاری دفاتر میں گاہکوں اور عملہ میں باہمی یہ سلوک ہو۔

ایک روز نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد دیکھا شاہ صاحب مسجد کے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ خاکسار بھی پاس بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں شروع ہو گئیں۔ اس کے حسن کی، اس کی محبت کی، اس کے فضلوں کی، اس کی غفاری کی، اس کے رحم کی۔ شاہ صاحب بس آہیں بھرتے تھے اور تشکر اور محبت کے جذبات سے اس عظیم اور اعلیٰ محبوب کی باتیں کرتے تھے۔ خاکسار ہمہ تن گوش تھا۔ تعلق باللہ کے ذکر، جذب، سلوک، عشق الٰہی اور کلام کے بیان کی یہ شیریں محفل کئی گھنٹے جاری رہی حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔

ربوہ میں کئی لوگ موقعہ ڈھونڈ کر مختلف مساجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور درسوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے مجازی عاشق مختلف مے کدوں میں دور لگانے کا شوق کرتے ہیں۔ مسجد سعادت میں عقیل صاحب قراءت کرتے ہیں کہ دل پر اثر کرتی ہے۔ مسجد اقبال میں قمر صاحب کی قرآن حکیم کی خوش الحانی کے کیا کہنے۔ بیت الحمد میں خواجہ برکات صاحب عجب خشوع و خضوع سے نماز پڑھاتے ہیں۔ مسجد محمود میں انصاری صاحب آگے کھڑے ہوتے ہیں تو ایسے لگتا ہے جیسے تقویٰ نیکی اور بزرگی مجسم ہو گئی ہو۔ مسجد مبارک میں مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا علمی رنگ ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ عشق حقیقی کے مے خانوں کے ان اور دوسرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا اپنا کمال عطا فرمایا ہے کہ عشاق وہاں جا کر روح و قلب کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔

دفتر وقف جدید کے نائب قاصد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کئی سال قبل احمدیت قبول کرنے کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ کیسے مار کھائی، گھر سے نکالے گئے، بائیکاٹ ہوا، شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ان کے ساتھ توکل علی اللہ، وفا شعاری، استقامت اور قربانی کے مضمون ایسے بیان کئے کہ یہ عاجز حیران رہ گیا۔ دنیا میں اور کون سی جگہ ہوگی جہاں بظاہر ایک ادنیٰ ملازم اعلیٰ اقدار کا اتنا ذاتی ادراک رکھتا ہو اور پھر اس خوبصورتی اور اثر سے بیان کرے کہ علمائے ظاہر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکیں۔

فروری ۱۹۹۴ء کی آخری تاریخوں میں سے کوئی دن تھا۔ سردی خوب تھی۔ خاکسار صبح ساڑھے پانچ بجے فجر کی نماز کے لئے مسجد گیا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور سرد ہوا میں تندی تھی۔ نماز کے بعد مسجد سے نکلا تو دیکھا کہ ایک صاحب اپنے دو بچوں کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر باہر آ رہے ہیں۔ ایک بیٹے کی عمر کوئی سات سال اور دوسرا صرف تین سال کا تھا۔ یہ بڑی بہادری کے ساتھ گردن اونچی کر کے موسم کی سختی سے بے توجہ تھا۔ باپ نے مجھے بتایا کہ یہ وقف نو میں شامل ہے۔ بچہ مسکرا پڑا جیسے اس کو اپنی پوزیشن کا پورا علم ہے۔

جمعہ کی نماز پڑھنے خاکسار مسجد اقصیٰ جا رہا تھا۔ خطبہ شروع ہونے میں ابھی دس پندرہ منٹ باقی تھے۔ اقصیٰ چوک میں جب پہنچا تو دیکھا کہ چاروں طرف سے جوق در جوق ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے مسجد کی طرف رواں دواں چلے آ رہے ہیں۔ لیکن ایک اور بات امتیازی رنگ والی تھی کہ نماز کے لئے آنے والوں میں مستورات اور بچیوں کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ لگ رہی تھی۔ احمدیت نے عورت کو جس اسلامی تمدن اور مناسب آزادی کی نعمت دی ہے اس کا یہ کھلا اظہار تھا۔

خلافت لائبریری جانا ہوا۔ علم و فضل کے خزانے تو وہاں ہیں ہی۔ اس کے ساتھ ساتھ آزادی فکر اور تحقیق کا جھنڈا بھی وہاں بلند ہے۔ مخالفین سلسلہ کی کتب الماریوں میں موجود ہیں۔ رسائل کے سیکشن میں مخالف سلسلہ احمدیہ رسائل مثلاً اہل حدیث، الاعتصام، چٹان، الحق، تکبیر وغیرہ کے تازہ شمارے سب پڑھنے کے لئے سامنے رکھے تھے۔ رسالہ تکبیر میں ایک مضمون نظر سے گذرا جس کا عنوان تھا "قادیانی وڈیرے نے مسلمانوں کو جبراً مرتد بنا لیا"۔ موجودہ پاکستانی ماحول میں اس مضمون کا افتراء اور جھوٹ اظہر من الشمس تھا۔

ایک خاتون نے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے بازار کپڑا خریدنے گئیں۔ کپڑا پسند کیا اور چاک کروالیا۔ ادائیگی کے لئے پرس کھولا تو دیکھا کہ رقم گھر بھول آئی ہیں۔ دکاندار نے پریشانی دیکھی تو کہنے لگا کوئی مضائقہ نہیں بعد میں دے جایئے گا۔ خاتون نے کپڑا واپس دینا چاہا تو دکاندار نے اصرار کیا کہ کپڑا ساتھ لے جایئے اور رقم پھر دے جایئے۔ اس نے ایڈریس بھی نہ پوچھا۔ اعتماد کا یہ ماحول ہر شہر میں نہیں ملتا۔

یکم اپریل ۱۹۹۴ء کو مولانا محمد اسماعیل صاحب منیر مبلغ سلسلہ کے صاحبزادے محترم محمد الیاس منیر صاحب سابق اسیر راہ مولا کی رہائی کے سلسلے میں ماسٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کے صاحبزادگان نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا جس میں محلّہ کے کئی ایک احباب بھی مدعو تھے۔ الیاس صاحب سے پوچھا کہ وہ اپنے تجربے سے بتائیں کہ اگر انسان پر اللہ کی راہ میں کوئی بڑا ابتلا آ جائے تو وہ کس طرح شیطانی حملہ سے بچ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا شاکی نہ بنے اور امتحان میں سے آسانی سے نکل جائے۔ کہنے لگے مجھے تو اس کا تجربہ نہیں ہوا۔ ایک کروڑ احباب جماعت کی دعاؤں سے شیطان کو موقعہ ہی نہیں ملا کہ شکایت کا وسوسہ دل میں ڈالے۔ خاکسار نے پھر وضاحت سے پوچھا۔ "کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ نو سال کی اسیری میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کو کبھی یہ شیطانی وسوسہ نہیں ہوا کہ کیوں قسمت نے ناکردہ گناہ کے بدلے اتنی تکلیف میں ڈالا"۔ فرمانے لگے بالکل نہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی دعاؤں کو سن کر اپنے فضل سے اپنے بندوں کو کیسے مؤثر طور پر تسلی اور اطمینان کی حالت عطا فرما دیتا ہے۔

یہ اس ربوہ کا حال ہے جس کو ملاؤں اور برسر اقتدار طبقہ نے کرپٹ کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ اللہ وہ دن جلد لائے جب نیک طبع لوگ با اختیار ہوں اور وہ نیکی، شرافت اور حقیقی اسلامی اقدار کو فروغ دیں تا ربوہ کی روحانی اور اخلاقی چمک دمک میں مزید اضافہ ہو اور ہر علاقے کی بستیوں میں ربوہ کی جھلک نظر آئے۔ آمین۔

یہ ربوہ ہے یہاں رشتے خدا سے جوڑے جاتے ہیں
یہاں بھٹکے ہوئے دل سوئے کعبہ موڑے جاتے ہیں
یہاں ہر دم مئے توحید حق کے جام چلتے ہیں
صنم دنیا کی حرص و آز کے سب توڑے جاتے ہیں
یہ گہوارہ ہے اسلامی اخوت اور محبت کا
شکستہ دل اسی بستی میں باہم جوڑے جاتے ہیں
دعائے نیم شب کی ضرب کاری سے مرے ہمدم
یہاں پر شرک اور طاغوت کے سر پھوڑے جاتے ہیں
بحمد اللہ ہیں مائل بحق احرار یورپ بھی
پئے توحید اب تثلیث یکسر چھوڑے جاتے ہیں
بھلائی چاہتے ہیں جو ہمیشہ نوع انساں کی
انہیں پر جانے کیوں اکثر مظالم توڑے جاتے ہیں

(محمد صدیق امرتسری)

خطبہ جمعہ

جس علم میں بھی کوئی خاص بات دیکھیں جس میں دوسروں کو فائدہ ہو سکتا ہو اس کو عام کریں۔ اپنے تک نہ رکھیں۔

[مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے لئے دلچسپ، معلوماتی، مفید، متنوع پروگرام تیار کرنے سے متعلق دنیا بھر کی جماعتوں کے لئے تفصیلی ہدایات]

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بتاریخ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۴ء مطابق ۱۶ فتح ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

آج کے خطبے میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ سے متعلق چند امور جماعت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ نئے سال سے کچھ پروگرام میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور کچھ نئے پروگرام داخل کئے جا رہے ہیں ان کے متعلق جماعت کو اطلاع دینا بھی ضروری ہے اور جماعت پر جو تعاون لازم آتا ہے اس کی طرف بھی توجہ دلانی مقصود ہے۔ پہلے پاکستان میں بارہ گھنٹے کا روزانہ کا ٹیلی ویژن کا پروگرام چلتا تھا اور بہت سے لوگوں کا خیال تھا اور درست تھا کہ پاکستان کے حالات میں بارہ گھنٹے کی ضرورت نہیں ہے اور بہت سا وقت ہمیں مجبوراً بھرنا پڑتا ہے۔ اور اس وقت دیکھنے والے بہت کم ہوتے ہونگے۔ دوسری طرف یہ تکلیف کا احساس تھا کہ چونکہ دل چاہتا تھا کہ یہ پروگرام ضرور دیکھیں اس لئے ہر وقت اچوی لگی رہتی تھی کہ پیچھے پتہ نہیں کیا پروگرام ہونگے۔ ہم دفتروں میں یا سکولوں یا کالجوں میں بیٹھے رہے اور ٹیلی ویژن اس دوران جاری رہا۔ تو ان کی وضاحت کے لئے میں ایک دفعہ وہاں لکھ بھی چکا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ بارہ گھنٹے ہمارے لئے ضروری تھے اگر ہم بارہ گھنٹے اس وقت نہ لیتے تو وہ سیارہ جس پر جماعت احمدیہ کی پاکستان، ہندوستان وغیرہ کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی اور باحسن پوری ہو سکتی تھی اس کے اور بہت سے گاہک موجود تھے اور بعض ہندوستانی کمپنیاں تو بہت بڑی بڑی قیمتیں دے کر اس سیارے پہ آنا چاہتی تھیں کیونکہ ان کے علم کے مطابق بھی یہی اس علاقے کے لئے بہترین تھا۔ اگر ہم چوبیس گھنٹے کا لیتے تو فی گھنٹہ کے حساب سے کچھ کم ملتا لیکن بہت بڑا وقت ہمارے ہاتھ سے ضائع ہو جاتا اور ہمارے کام نہ آتا۔ تو بہت گفت و شنید کے بعد بارہ گھنٹے والا وقت ہمیں میسر آیا اس سے کم ممکن نہیں تھا کیونکہ اگر کم کرتے بھی تو فی گھنٹہ قیمت بڑھ جاتی اور پھر دوسری کمپنیاں بیچ میں داخل ہو جاتیں اور اس کے نتیجے میں پھر ہر وقت رسہ کشی جاری رہنی تھی اور جو زیادہ پیسے دیتا وہ وقت پہ قبضہ کر سکتا تھا۔

ہندوستان کی کمپنیوں کو اس لئے موقع نہیں مل سکا کہ وہ جس رفتار پہ، جس طریقے سے پیسہ دینا چاہتے تھے وہ یورپین کمپنیوں کو منظور نہیں تھا۔ تو باوجود مقابلے کے اور ان کے بہت زیادہ پیسے دینے کے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام لکھوا دیا لیکن بارہ گھنٹے سے کم اگر خریدتے تو کمپنیوں کو ہم میں دلچسپی نہ رہتی۔ یہ مجبوریاں تھیں جن کے پیش نظر یہ اہم فیصلہ کیا گیا اور جب بارہ گھنٹے ملے تو انہیں بھرنا تھا بہرحال کسی طریقے سے۔ تو زیادہ تر پرانے ہمارے جو پروگرام ہیں ان سے ہی استفادہ ہوتا رہا کیونکہ نئے پروگرام بنانا ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور اس کے لئے جتنا روپیہ چاہئے، جتنی علمی اور تجرباتی ضرورت ہے، اکثر جگہ اس کا فقدان ہے۔ پس بعض دفعہ اتنے پرانے پروگرام بار بار دکھائے گئے کہ بعض لوگوں نے اس پر لکھا بھی کہ یہ تو پھر بہت زیادہ ہی پروگرام آ رہے ہیں آپ کے کبھی سفید داڑھی والے، کبھی کالی داڑھی والے۔ صرف تنوع اتنا ہی رہ گیا ہے کہ کالی داڑھی کے بعد سفید داڑھی آ جاتی ہے، سفید کے بعد کالی آ جاتی ہے تو ان کو میں نے کہا کہ آپ ایک رنگ کی داڑھی والے پروگرام بنا کے بھیج دیں میں وہ چلوا دوں گا۔ ہیں ہی نہیں تو ہم کریں کیا۔ اور جو پروگرام بنا کر شروع میں بھجوائے گئے وہ بہت ہی بچکانہ تھے اور ان میں نہ صرف یہ کہ جماعت کو دلچسپی نہیں ہونی تھی بلکہ بعض جگہ رد عمل ہو سکتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے بعضوں نے اپنے اور اپنے بچوں کو دکھانے کے لئے پروگرام بنائے ہیں اور مطالبے تھے کہ ضرور دکھاؤ۔ تو وہ پروگرام جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں اگرچہ تنوع نہ ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا ضرورت سے زیادہ تسلسل ایک ہی بات کا پایا جاتا تھا لیکن ہر پروگرام اپنی ذات میں تعلیمی اور دینی اور روحانی امور میں جماعت کے لئے مفید ضرور تھا اور بہت سے ایسے تھے جو پہلے جماعت نے نہیں دیکھے ہوئے تھے۔ بعض لوگوں کو تکرار دکھائی دیتی تھی لیکن بعضوں کے لئے بالکل نئے تھے کیونکہ اس سے پہلے جو ویڈیو کا نظام تھا وہ بہت کم لوگوں کو دستیاب ہوا ہے۔ جماعت کی بھاری اکثریت اتنی غریب ہے کہ وہ ویڈیو اپنے گھروں میں رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتی۔ لیکن یہ جو عالمی ٹیلی ویژن کا نظام ہے اس میں اگرچہ امیر گھروں کو سہولت ہو گی کہ گھر میں بیٹھ کے دیکھ سکیں مگر جماعت کی طرف سے وسیع پیمانے پر انتظام کرائے گئے کہ ایسے مراکز ہو جائیں کہ جہاں ہر شخص پہنچ کر ان سے استفادہ کر سکے۔

بہرحال یہ ایک بے سروسامانی کا آغاز تھا، شروع ہو گیا اللہ کے فضل سے اور رفتہ رفتہ تجربے بھی ہوئے، کچھ پروگرام بنانے کے بھی سلیقے لوگوں نے سیکھے اور دن بدن کچھ نہ کچھ بہتری ہوتی رہی۔ اب تقریباً ایک سال گزر رہا ہے اور اس سال کے دوران جتنی تبدیلیاں پروگرام میں میں چاہتا تھا وہ اس لئے پیدا نہیں ہو سکیں کہ ہمارے پاس طوعی ایسے کام کرنے والے میسر نہیں جو فن بھی جانتے ہوں۔ طوعی کام کرنے والے تو بے شمار ہیں، اللہ کے فضل کے ساتھ ایک آواز دو تو بیسیوں گنا زیادہ دوست خدمات پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک فن کا کام ہے اس کے لئے مہارت بھی چاہئے، کچھ ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی چاہئیں، کچھ ذوق کے بھی تقاضے ہیں وہ پورا کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ذوق فطرت میں ودیعت ہی نہ ہوں تو محض علم سے بھی کام نہیں چلتا۔ پھر دینی علم کی بھی ضرورت ہے، دوسرے علوم کی بھی ضرورت ہے اور پھر تھوڑے پیسے میں اچھی چیز پیدا کرنا یہ خود ایک صلاحیت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو یہ سارے مختلف محرکات اور موجبات ایسے رہے کہ جن کی وجہ سے جس رفتار سے میں چاہتا تھا کہ جماعت کے سامنے بہتر سے بہتر پروگرام پیش کئے جا سکیں وہ نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ اس سال کے دوران میں بعض جماعتوں کی طرف سے بار بار اپنی محرومی کی شکایت ہوئی مثلاً آسٹریلیا کی طرف سے بہت سے احمدی لکھتے رہے، دور دراز کے جزائر فجی ہیں، نیوزی لینڈ وغیرہ وہاں سے بھی توجہ دلائی جاتی رہی کہ ہمیں کب شامل کریں گے تو ان کو بھی شامل کرنا تھا چنانچہ اس سال اللہ کے فضل سے ان کو بھی شامل کیا گیا۔ پھر امریکہ اور کینیڈا کا تقاضا تھا۔ یعنی بحیثیت جماعت تو کینیڈا کا تھا لیکن انفرادی لحاظ سے امریکہ سے بھی بہت تقاضے آتے رہے، کہ ہمارے لئے بھی روزانہ کا پروگرام بنایا جائے۔ افریقہ کے لئے بھی زیادہ وقت کے پروگرام کی ضرورت تھی۔ تو اس سال بہت بڑی توجہ پروگرام کو بڑھانے پر رہی اور اب خدا کے فضل کے ساتھ آج تک کی جو رپورٹ ہے اس کے مطابق دنیا میں ہر جگہ اب خدا کے فضل سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے مختلف نوعیت کے ڈش انٹینا ز کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق جماعت مختلف علاقے کی جماعتوں کو اچھی طرح ہدایت دے دیتی ہے اور پھر ایسے ماہرین بھی تیار کئے گئے جو مختلف ملکوں میں جا کر ان کو تربیت دیں، "تیار کئے گئے" کا لفظ غلط ہے، تیار ہوئے ہوئے اللہ کی طرف سے مل گئے۔ پاکستان سے بھی ملے اور ایک ہمارے جنود صاحب ہیں (حاجی جنود اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے، جو سرگودھا میں ہوا کرتے تھے) جو ماریشس میں ہیں وہ بھی اللہ کے فضل سے اس فن میں ایک طبعی ذوق رکھتے تھے اور بہت جلدی انہوں نے اس میں ترقی کی، اپنے آپ کو وقف کیا اور ان کو وہاں افریقہ میں تربیت کے لئے بھجوایا گیا اس سے پہلے ڈش ماسٹر صاحب بھی افریقہ گئے، وہاں بھی تربیت دی۔

تو سب ایسی جماعتوں میں جہاں صرف تربیت کی کمی کی وجہ سے دقت نہیں تھی بلکہ روپے کی وجہ سے بھی دقت تھی یعنی اگر مارکیٹ سے جا کر وہ سامان خریدے جاتے تو جس قیمت پر ہمارے تربیت دینے والوں نے ان کو وہ اینٹینے مہیا کئے اور حاصل کرنے سکھا دئے اس سے دس گنا، بعض دفعہ

پندرہ گنا، بعض دفعہ بیس گنا زیادہ قیمت پر مارکیٹ سے وہ چیز ملتی تھی۔ تو اس پہلو سے ساری دنیا میں ڈش انٹینا لگانا اور سستا سامان مہیا کرنا، اس کو صحیح طریقے پہ Install کرنے کی تربیت دینا یہ کام بھی خدا کے فضل سے ساتھ ساتھ جاری رہا اور ابھی جاری ہے۔ لیکن چونکہ مقامی دوست بہت سے تیار ہو چکے ہیں اس لئے اب ہر ملک میں مرکزی نمائندے کو جانے کی ضرورت نہیں رہی اور یہ کام پھیل رہا ہے اور اس نے آگے بہت ابھی پھیلنا ہے۔ ایک یہ حصہ تھا جس کی طرف توجہ رہی اور خدا کے فضل سے کافی حد تک جماعت کی ضرورتیں یعنی عالمی ضرورتیں پوری ہوئیں۔ لیکن ابھی تک کچھ وقت کے توازن کے لحاظ سے تسلی نہیں تھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پاکستان کو بارہ گھنٹے ملے ہوئے تھے اور یورپ کو عملاً اڑھائی گھنٹے روزانہ ملتے تھے۔

اس لئے اب غور و فکر کے بعد، اور اس میں وسیم جسوال صاحب کی محنت کا بہت دخل ہے، ان کو میں نے سمجھایا کہ اس طریق پہ پاکستان کا کچھ وقت کم کریں، یورپ کا وقت بڑھائیں اور اگر ضرورت پڑے تو امریکہ کا بھی وقت بڑھایا جائے اور آسٹریلیا وغیرہ کے لئے کیونکہ وہاں زبان کی مشکل ہے اگر صرف تین گھنٹے رکھے جائیں تو انگریزی بولنے والے اور انڈونیشین بولنے والے، ان کے درمیان وقت کی تفریق ہو تو بہت تھوڑا تھوڑا وقت ہاتھ آتا ہے اور روزمرہ کے ضروری پروگرام بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اس پہلو سے سارے عالمی پروگرام کے یعنی اس ٹیلی ویژن کے اوقات کے تناسب کو درست کرنا ضروری تھا۔

تو آج میں جماعت کو مطلع کر رہا ہوں اللہ کے فضل کے ساتھ، کافی وقت کے بعد کافی مشکلات کو عبور کرتے ہوئے آخر اللہ تعالیٰ نے معاملات ہمارے لئے آسان فرما دئے۔ مشکل صرف یہ نہیں تھی کہ زیادہ وقت کے لئے پیسے کہاں سے لائے جائیں اور ان کمپنیوں سے کس طرح معاملات طے کئے جائیں۔ کمپنیوں کے لئے بھی یہ دقت تھی کہ آگے ان کے پاس ان اوقات میں پہلے ہی بکنگز ہو چکی تھیں۔ مثلاً یورپ ہے۔ یورپ میں ہمارے پروگرام سے پہلے بھی بعض ایسے بڑے بڑے ان کے گاہک موجود تھے جن کو وہ ہماری خاطر ناراض نہیں کر سکتے تھے۔ اور ہمارا پروگرام ختم ہوتے ہی پھر دوسرے ایسے گاہک موجود تھے تو ان سے ہم نے درخواست کی کہ آپ ہماری طرف سے نمائندہ بن کے ان لوگوں سے درخواست کریں۔ ان کو یہ نہ کہیں کہ ہم تمہارا پروگرام بند کر رہے ہیں، ان سے درخواست کریں، ان کو کہیں ہم تمہیں فلاں جگہ وقت مہیا کر دیتے ہیں لیکن یہ جماعت کی مجبوری ہے تم ان سے تعاون کرو۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا کہ اس معاملے میں وہاں وہاں سے تعاون ملا ہے جہاں سے انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ محض ایک شریفانہ درخواست پر ان لوگوں نے بہت ہی شرافت کا نمونہ دکھایا اور اپنے پروگرام کو دوسری جگہ پھینک کر جماعت کے لئے وقت مہیا کر دیا۔

پس اگلے سال سے یعنی جنوری سے انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کا وقت بارہ گھنٹے سے گھٹا کر سات گھنٹے کر دیا گیا ہے اور اس میں ان کو کوئی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ اس سات گھنٹے کے اندر جتنے بھی پروگرام ہونگے انشاء اللہ کوشش کریں گے اور میں ذکر کروں گا کہ آگے کیا پروگرام ذہن میں ہیں، سات گھنٹے میں اچھی رونق بھر دیں گے بلکہ بہت اہم تعلیمی پروگرام ان کو مہیا کئے جائیں گے۔ مگر اس وقت میں تو آپ کو صرف عالمی پروگراموں کے وقت کی تقسیم سے متعلق بتا رہا ہوں۔ پاکستان کا وقت یکم جنوری سے انشاء اللہ بارہ گھنٹے سے گھٹا کر سات گھنٹے کر دیا جائے گا۔ یورپ کا وقت اڑھائی گھنٹے سے بڑھا کر ساڑھے پانچ گھنٹے کر دیا جائے گا۔ یورپ میں سب سے زیادہ ضرورت تھی ہم اسے اور بھی بڑھا سکتے تھے لیکن یہاں مشکلات کئی قسم کی ہیں، صرف یہ نہیں کہ اس وقت دوسرے تعاون کرتے ہوئے ہمیں وقت حاصل کرنے کی اجازت دیں بلکہ ایک خاص وقت پر آکر قیمت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے۔ اب مثلاً پہلے یہاں چار بجے تک پروگرام ختم کر دیا کرتے تھے اب پانچ بجے تک پروگرام جاری رہیں گے اور وہ جو بعد کا ڈیڑھ گھنٹہ ہے وہ اتنا مہنگا ہے کہ پچھلے سارے وقت کے برابر قیمت ہے۔ اس لئے جتنا آپ شام میں آگے بڑھتے ہیں اتنا ہی وقت مہنگا ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر ہفتہ اور اتوار کو اس پر بھی اضافہ ہو جاتا ہے تو جو قیمتیں طے کرنے کے فارمولے بنے ہوئے ہیں ان کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا، ان پر ہمارا اختیار ہی نہیں ہے۔ مگر اس پہلو سے میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ساتھ یورپ میں یہ ساری دقتیں طے ہو گئیں اور اڑھائی گھنٹے کی بجائے ساڑھے پانچ گھنٹے روزانہ کا پروگرام شروع ہو گا جو پانچ بجے تک جاری رہے گا یعنی ایک گھنٹہ چار بجے کے بعد شام کو ملے گا اور ڈیڑھ گھنٹہ شروع میں۔ پہلے ایک کی بجے کی بجائے ساڑھے گیارہ بجے شروع ہو گا تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یورپ کی اہم ضرورتیں پوری کرنے میں ہمیں کچھ مزید سہولت ہو جائے گی۔

یورپ کی ضرورتوں میں عربی پروگرام ہیں، ترکی زبان کے پروگرام ہیں، البانین ہیں، بوزنین ہیں، جرمن ہیں، فرنچ ہیں، اور پھر سپینش ہے اور بھی بہت سی ایسی زبانیں ہیں جن میں ہمیں لازماً کچھ نہ کچھ وقت کے لئے ان کے پروگرام دینے پڑیں گے۔ اور پھر رشین زبان ہے، اس کو بھی ایک مستقل اہمیت حاصل ہے۔ اللہ کے فضل سے رشیا میں دن بدن جماعت کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اور نئے مشنز بن رہے ہیں تو اتنی بڑی ذمہ داری ہے اور اتنا بڑا یہ پروگرام بنانے والا حصہ ہے کہ جن لوگوں کو تجربہ نہیں ان کو اندازہ نہیں کہ ایک گھنٹے کا پروگرام بنانے میں کتنی محنت صرف ہوتی ہے اور کس طرح بار بار تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ پروگرام جو ہمارے بے ساختہ بن رہے ہیں وہ اور بات ہے لیکن جو معین بنائے جائیں اس پہ بہت محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ اللہ کے فضل کے ساتھ اب ہر جگہ ٹیمیں تیار ہو رہی ہیں وہ کریں گی انشاء اللہ۔ لیکن ابھی اس پہلو سے مجھے کمی دکھائی دے رہی ہے۔ میں اس کی طرف ابھی خاص طور پر توجہ دلاؤں گا۔ تو یورپ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کا روزانہ پروگرام ہو گا اور مشرق بعید کے لئے تین کی بجائے ساڑھے پانچ یا چھ کا، ابھی معین طے نہیں ہوا، لیکن کم و بیش ان کا بھی دگنا ہو جائے گا۔ افریقہ اور امریکہ کے لئے ہم پہلے ہی چار گھنٹے روزانہ دے رہے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ اسے بھی چھ گھنٹے کر دیا جائے تاکہ تمام دنیا میں کم از کم چھ یا ساڑھے پانچ گھنٹے کے پروگرام یکساں ہو جائیں لیکن مشکل یہ ہے کہ امریکہ اور کینیڈا ابھی تک اپنے تین گھنٹے کے پروگرام کو ہی جذب نہیں کر سکے۔ انہوں نے آگے وقت لینا ہے، وہاں پروگرام بنانے ہیں اور پھر دوبارہ وہاں سے یہی پروگرام نشر کرنے ہیں یا کچھ اور بیچ میں شامل کرنے ہیں۔ تو اب جب ان پہ ذمہ داری پڑی ہے تو ان کو سمجھ آئی ہے کہ کتنا مشکل کام تھا اور وہ تین گھنٹے سے زیادہ کی ابھی تک استطاعت نہیں رکھتے۔ تو جب وہ چار گھنٹے بھی استعمال نہیں کر سکے تو ان کو چھ گھنٹے دینے کا مطلب ہی کوئی نہیں تھا۔ جو چوتھا گھنٹہ ہے ہمارا وہ افریقہ کے زیادہ کام آتا ہے اور ان سے میں نے کہا ہے کہ افریقہ کے خصوصی پروگرام اس چوتھے گھنٹے میں رکھیں اور اس میں بھی اب یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔ مگر صرف افریقہ کے لئے اتنا بڑا خرچ کرنے کی ابھی استطاعت نہیں ہے یا ہے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ نسبتی طور پر استطاعت نہیں ہے۔

[اس موقعہ پر وقت کے متعلق حضور نے ایک اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: ہاں وقت کی یہ اصلاح آئی ہے جو طے ہوا ہے آخری۔ ابھی وہ وسیم جسوال نے کنٹریکٹ سائن (Contract Sign) کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں یورپ کے لئے ساڑھے پانچ گھنٹے کا جو وقت ہے وہ ساڑھے گیارہ سے شروع ہو کر پانچ بجے تک ختم ہو گا مراد اس سے یہ ہے کہ انگلینڈ میں ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر پانچ بجے تک رہے گا اور یورپ میں ساڑھے بارہ شروع ہو کر چھ تک رہے گا۔ اس لئے یورپ کا وقت، کیونکہ یورپ کمپنیوں سے ہمارے معاہدے ہیں وہ چھ تک پہنچنا بہت ہی مہنگے سکیل میں داخل ہو گئے ہیں ہم۔ چار بجے سے آگے بڑھ کر بلکہ تین سے چار تک بھی مہنگا ہو جاتا ہے، چار سے آگے تو پھر بہت مہنگائی شروع ہو جاتی ہے تو ہمیں عملاً وہاں اڑھائی گھنٹے مہنگا یورپین وقت خریدنا پڑا ہے تب جا کر یہ شکل نکلی ہے کہ انگلستان میں ساڑھے گیارہ سے پانچ تک اور یورپ میں ساڑھے بارہ سے چھ تک یہ کل ساڑھے پانچ گھنٹے کا پروگرام ہے]۔

اب میں دوسرے بعض پروگراموں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بہت سے علمی پروگرام ایسے جماعت کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں جو ابھی اپنی تشکیل میں مکمل نہیں ہو سکے اور جس

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS, CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS - PARTIES CATERED FOR

KHAYYAMS

280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT - TEL: 081 543 5882

R.Z

ELECTRONICS

18 BROOKWOOD ROAD,
SOUTHFIELDS, LONDON SW18 5PB
NEAREST UNDERGROUND STATION
SOUTHFIELDS - DISTRICT LINE

TEL: 081 877 3492 FAX: 081 877 3518

FOR VIDEO, TELEVISION &
ELECTRONIC SPARES SEMI CONDUCTORS
REMOTE CONTROLS VIDEO HEADS, ETC.,

VISA AND ACCESS CARDS ACCEPTED FOR POSTAL DESPATCH

حالت میں بھی ہیں وہ جماعت کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں لیکن ابھی پوری طرح سب دنیا کے سامنے ایسی صورت میں پیش نہیں ہو سکے کہ ان سے حقیقی استفادہ ہو سکے۔ ان پروگراموں میں سے ایک پروگرام تو زبانیں سکھانے کا پروگرام ہے۔ ایک پروگرام ہے قرآن کریم کی تعلیم کا۔ ایک پروگرام ہے ہومیو پیتھک نظام سے متعلق تعارف، واقفیت، دواؤں کا تعارف اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے جماعت کی تعلیم۔

اپنے اپنے ملکوں میں پروگرام بنائیں اور وہ بھجوائیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس ٹیلی ویژن کے پروگرام کو صرف دلچسپی کا موجب نہ بنائیں بلکہ بہت ہی مفید اور کار آمد پروگرام بنادیں۔

یہ جو پروگرام ہیں ان کے متعلق مجبوری یہ ہے کہ مجھے خود کرنے پڑ رہے ہیں اور یہ وجہ نہیں کہ مجھے کوئی شوق ہے کہ ہر پروگرام میں خود کروں بلکہ سخت وقت کی کمی کی باوجود مجبوراً کرنے پڑ رہے ہیں۔ مثلاً زبانیں سکھانے کا پروگرام۔ میں نے چھ مہینے انتظار کیا۔ مختلف ایسے دوستوں کے سپرد کئے جن کو میں سمجھتا تھا کہ ایسے پروگرام بنانے کی صلاحیت ہے، سمجھتے ہیں۔ لیکن باری باری بہت کوشش کی۔ سب کے سب نے ہتھیار ڈال دئے کہ ہمیں نہیں سمجھ آرہی کہ آپ کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی دوسری زبان کے سہارے کے بڑے لوگوں کو ٹیلی ویژن کے ذریعہ زبان سکھائی جاسکتی ہے اور اس وجہ سے پھر آخر مجبوراً مجھے خود، جو میری سوچ تھی اس کو عمل میں ڈھال کر دکھانے کی توفیق ملی ہے اور یہ ہے بہت ضروری۔ اول تو یہ کہ ساری دنیا میں اردو کی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے اردو میں ہونے کی وجہ سے ازبس ضروری ہے اور پھر چونکہ خطبات بھی خلیفہ وقت اردو میں دیتا ہے اس لئے ترجموں کی بجائے اگر براہ راست سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس کی دوسرے ترجمے سے کوئی نسبت نہیں رہتی یعنی ترجمے کی اس سے کوئی نسبت نہیں رہتی اور پھر اکثر دنیا میں جو تبلیغ کا انتشار ہوا ہے اس میں ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی توفیق بخشی ہے اور ان کے لئے دوسری سب زبانیں سیکھنا بہت مشکل کام ہے اس لئے اگر دوسرے اس عرصے میں جو نو احمدی ہوتے ہیں وہ اردو سیکھنے لگیں تو ان کے آپس کے روابط بڑھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے مافی الضمیر بتانے کی سہولت پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کی عالمی یک جہتی میں بہت مفید ہے تو اس لئے مجبوراً یہ کام مجھے کرنا پڑا۔ اور اردو میں اب ہمارے جو سبق ہیں یہ جاری ہیں اب تک تقریباً تیس سبق ہو چکے ہیں اور غالباً ابھی باقاعدہ ان کا اجراء نہیں ہوا سب ملکوں میں۔ وجہ اس کی ہے جو میں ابھی سمجھاؤں گا آپ کو۔ یہ جو تیس سبق ہوئے ہیں ان میں ایسے دوست شامل ہیں جن کو اردو کی الف باء بھی نہیں آتی تھی اور وہ سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور ان سے گفت و شنید ہو رہی ہوتی ہے اور آپ حیران ہونگے تیسویں سبق تک پہنچتے پہنچتے ماشاء اللہ اچھی اردو بولنے لگ گئے ہیں۔ سوال کرنے لگ گئے ہیں۔ لطیفے سمجھتے ہیں اور پر مذاق گفتگو خود بھی کر لیتے ہیں لیکن ابھی بہت ابتدائی دور ہے۔ یہ بات تو قطعاً ثابت ہو گئی کہ یہ نظریہ غلط نہیں تھا کہ ہم کسی اور زبان کے سہارے کے بغیر براہ راست ایک زبان کو سکھا سکتے ہیں۔ اس سے جو فوائد ہیں وہ ایک سے زیادہ ہیں۔ ایک تو فائدہ میں نے بار بار سمجھایا ہے پہلے بھی کہ جو زبان بچوں کو سکھائی جاتی ہے وہ بغیر کسی زبان کی مدد کے سکھائی جاتی ہے اور یہ قانون قدرت ہے، خدا نے قانون بنایا ہے، خدا نے طریقہ بنایا ہے اور اس سے بہتر دنیا میں طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان جتنا مرضی ترقی کر لے اس طریق سے بہتر کوئی طریق ایجاد نہیں کر سکتا۔ جاہل سے جاہل ماں بھی اپنے بچے کو اپنی زبان سکھانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ہر زبان سکھانے کی انسان صلاحیت رکھتا ہے۔ تو اس طریق کو اپنا کر جو زبان سکھائی جائے اگرچہ اس میں محنت زیادہ ہے اور وقت زیادہ لگتا ہے لیکن جتنی زبان بھی سیکھنے والے سیکھتے ہیں وہ ان کے سسٹم کا، ان کے اندرونی نظام کا حصہ بن جاتی ہے اور کسی ترجمے کے بغیر بے ساختہ ان کے ذہن میں وہ لفظ ابھرتے ہیں وہ محاورے ابھرتے ہیں جن کی ان کو کسی خاص صورت میں ضرورت پیش آتی ہے تو اس پہلو سے لازماً یہ بہترین طریق ہے۔

لیکن وقت کے لحاظ سے اگر مثلاً وہاں ہم جو بغیر دوسری زبان کے سہارے کے کوشش کرتے ہیں کہ بعض الجھے ہوئے معاملات سلجھ جائیں اور کلاس کے طالب علم سب سمجھ جائیں وہاں بعض دفعہ دل چاہتا ہے فوراً انگریزی میں بتا دیا جائے کہ یہ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ فوراً سمجھ جائیں گے لیکن انگریزی بولنے والوں کے لئے تو آسان ہو جائے گا لیکن وہ لاکھوں آدمی جن کو انگریزی نہیں آتی وہ کیسے سمجھیں گے اور جب جاپانی سکھا رہے ہوں گے آپ، تو پھر کیا ہو گا۔ جب چینی سکھا رہے ہونگے تو پھر کیا ہو گا تو جو فوائد ہیں اس طریق کے وہ دوسرے طریق سے بہت زیادہ ہیں اور بہت ان پر حاوی ہیں۔

اب دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ ان سب پروگراموں کا مختلف زبانوں میں اس رنگ میں ترجمہ ہو کہ باقاعدہ اردو سمجھ کر ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ جس طرح طالب علم اردو سیکھ رہے ہیں ترجمہ کرنے والا جو سمجھ رہا ہے وہ اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کرے۔ یعنی اس کو ترجمہ کہنا شاید سو فیصد درست نہیں ہے۔ وہ وہی مضمون جو اس کے ذہن میں ابھرتا ہے جو اردو سیکھنے والے طالب علموں کے ذہن میں اس وقت ابھر رہا ہے اس کو اپنے ذہن میں جما کر اپنی زبان میں اس کو بیان کرے۔ یہ طریق تھا جس پر مختلف اہل علم اور اہل زبان کو یہ ویڈیوز بھجوائی گئیں اور ان سے درخواست کی گئی کہ جتنی جلدی ہو سکے کریں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک ہی پروگرام میں آٹھ زبانیں سکھا دی جائیں یعنی اردو کے ساتھ عربی بھی ہو، انگریزی بھی ہو، فارسی بھی ہو۔ اگر فارسی کا ابھی وقت نہیں آیا مگر جرمن وغیرہ ایسی زبانیں، فرنچ ہو، سپینش ہو۔ یہ حصہ ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ سب کی رفتاریں الگ الگ ہیں اور سب تجربہ کرنے والوں کی صلاحیتیں بھی الگ الگ ہیں اس لئے جب بھی ہم یہ شروع کریں گے تو لوگ گھبرا کر یہ نہ سمجھیں کہ اوہو یہ ناکام ہو گیا۔ یہ تجرباتی دور ہیں جن کے نتیجے میں ہم آئندہ بہتر پروگرام بنا سکیں گے۔ مرکزی بنیادی ڈھانچہ بہرحال تیار ہو رہا ہے۔ اس میں پھر اضافے ہوتے رہیں گے اس کو آئندہ اور بھی کئی نئے نقوش عطا کئے جا سکتے ہیں جو پروگرام کو زیادہ خوبصورت بنا دیں۔ بعض لوگوں کو جو دقتیں تھیں وہ مجھ سے رابطہ رکھتے رہے۔ اور ان کو جب سمجھایا تو ان کو بات سمجھ آگئی۔ مثلاً ایک ہمارے نوید مارٹی صاحب جو فرنچ ہیں بہت تعلیم یافتہ آدمی ہیں اور خود مسلمان ہوئے اور رویا کے نتیجے میں (ایک نہیں ایک سے زیادہ رویا دیکھیں) اور ان کی شادی ہبۃ النور صاحب جو ہمارے امیر جماعت ہالینڈ ہیں ان کی بیٹی سے ہوئی ہے اور وہ ڈچ بولنے والی ہیں لیکن کچھ اردو کی شدھ بدھ بھی رکھتی ہیں۔ انہوں نے مجھے دو تین خط لکھے کہ میں ترجمہ کر رہا ہوں یا دوبارہ اسی پروگرام کو اپنی زبان میں بھر رہا ہوں لیکن کچھ دقتیں ہیں بعض باتیں آپ ایسی کہہ جاتے ہیں کہ ان کا مفہوم سمجھ نہیں آتا تو اس صورت میں میں کیا کروں اور بھی کچھ دقتیں بتائیں۔ ان کو میں نے سمجھایا کہ ایسے حصے بعض دفعہ ہم ادھر ادھر کی کوئی اور بات شروع کر دیتے ہیں اس کو آپ بھول جایا کریں اس عرصے میں آپ اپنی طرف سے کچھ بھر دیں کیونکہ یہ لفظی ترجمہ ہو ہی نہیں رہا۔ یہ کوشش تو ہے کہ بغیر کسی دوسری زبان کے استعمال کے ایک زبان سکھائی جائے تو جہاں تک آپ ہماری تصویروں سے استفادہ کر کے سمجھا سکتے ہیں وہ سمجھائیں۔ جو باقی وقت ہے اس میں دہرائی بھی ہو سکتی ہے بعض نئی باتیں آپ داخل کر سکتے ہیں اپنی عقل سے کہ سننے والا طالب علم ان کو سمجھ سکے۔ تو کل ہی ان کا خط ملا ہے بہت خوش ہیں کہتے ہیں اس وضاحت کے بعد اب سب دقتیں دور ہو گئی ہیں اب میں بڑی تیزی کے ساتھ پروگرام کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ لیکن نہ سب نے رابطے کئے ہیں نہ مجھے پتہ ہے کہ کس کو کیا دقت ہے۔ اس لئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ جو پروگرام بنیں گے ان کی ابتدائی حالت کیا ہو گی مگر اس وقت تو مجھے یہ جلدی ہے کہ بنیں سہی۔ چاہے ناقص بنیں مگر جلد از جلد ٹیلی ویژن کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیں کہ ایک پروگرام کے ساتھ سات مزید زبانیں سکھائی جا رہی ہیں یا سات مزید زبانوں میں دوسرے علوم عطا کئے جا رہے ہیں۔ یہ پہلے کبھی نہیں ہوا آج تک دنیا کی انتہائی ترقی کے باوجود کسی کو یہ توفیق نہیں ملی۔ پس اپنی غربت کے باوجود جماعت احمدیہ اس ٹیلی ویژن کے قافلے میں بہت آگے قدم رکھ چکی ہے لیکن غریبانہ قدم ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ جب امریکہ کو یہ کہا گیا کہ آپ جو ہمیں سٹیشن بنا کے دے رہے ہیں یعنی امریکہ سے مراد ہے وہ کمپنی جس سے ہم نے سودا کیا تھا اس میں سات اور زبانوں کی سہولت آپ نے رکھنی ہے تو ان کے ماہرین حیران رہ گئے کہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ہو کیسے سکتا ہے۔ اتنا بڑا امریکہ ملک ہے یہاں کسی کو توفیق نہیں ملی کہ ساری چینلز بھر دیں، آپ یہ کیا سوچ رہے ہیں تو انہوں نے کہا یہ ہم دیوانے اور قسم کے لوگ ہیں، آپ اس بات کو چھوڑ دیں کہ کیوں سوچ رہے ہیں۔ یہ ہو گا انشاء اللہ اور ہو کے رہے گا۔ ہم نے جو چینلز یعنی جو دیگر راہیں مختلف زبانیں استعمال کرنے کی میسر ہوتی ہیں وہ سب استعمال کرنی ہیں انشاء اللہ۔ تو زبانوں میں تو یہ کام کافی حد تک آگے بڑھا ہے اور جب یہ سلسلہ شروع ہو گا تو پھر ہم اس کو بار بار دہرانا بھی شروع کریں گے تاکہ سننے والوں کے لئے دقت نہ ہو کہ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی اب میں واپس جاؤں۔ اب بیچارہ واپس کیسے جا سکتا ہے ہر ایک کے پاس تو ریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہے تو ہم دہرائیں گے اور اتنی دفعہ دہرائیں گے بعد میں کہ جن کے پاس وہ ویڈیو ریکارڈنگ کا انتظام نہیں ہے وہ بھی اطمینان سے بیٹھے رہیں ان کو ضرور انشاء اللہ آخر کار زبان کا گہرا مفہوم سمجھ آجائے گا اور

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD, PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT AND VEGETABLES
ZAHID KHAN 081 715 0207
IMMEDIATE DELIVERY ANYWHERE IN ONDON

محاورے جو شروع میں سمجھ نہیں آتے وہ دو چار دفعہ سننے کے بعد جو ذہن پر نقش ہو رہے ہیں وہ ابھرتے ابھرتے جب سطح پر آتے ہیں تو انسان سمجھتا ہے ایک دم مجھے بولنا آگیا ہے حالانکہ وہ اس کی تہیں بٹھائی جا رہی ہوتی ہیں۔

اس سارے پروگرام کا مقصد یہی ہے کہ بچے کے ذہن پر جس طرح تہیں جمائیں جاتی ہیں، نقوش جمائے جاتے ہیں۔ ہر کوشش کے وقت بچے کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہوتی لگتا یہ ہے کہ اس کے پلے کچھ نہیں پڑا۔ لیکن وہ جب تہیں جمتی ہیں ایک خاص Threshold ایک خاص اونچائی پر جب پہنچتی ہیں تو وہ سطح کانشس ذہن یعنی باشعور ذہن کے حصے سے تعلق رکھتی ہے اور وہ جو سب کانشس میں تیاری ہو رہی تھی لاشعوری حصے میں نقوش جم رہے تھے اس کی سطح اونچی ہوتے ہوتے وہ اوپر کی جو باشعور سطح ہے اس میں ابھر آتی ہے۔ جس طرح سمندر میں ٹیلے بنتے ہیں بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے جانور بے چارے ان گنت تعداد میں مرتے ہیں اور وہ باریک باریک تہہ بنتی چلی جاتی ہے بعض دفعہ ایک ارب سال یا اس سے بھی زیادہ لگتا ہے لیکن آخر باہر نکل آتا ہے اور Coralline سارے اسی طرح بنے ہیں۔ تو انسان کو بھی خدا تعالیٰ نے بڑے صبر کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خدا کی ہر چیز میں صبر پایا جاتا ہے اور یہ بھی صبر والا حصہ ہے جنہوں نے بھی دیکھنا ہو گا ان کو باقاعدہ وقت دینا ہو گا اور صبر کے ساتھ دیکھتے رہنا ہو گا۔ یہاں تک کہ انشاء اللہ ان کو وہ زبانیں آ جائیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہمارے راویل بخاری صاحب ہیں، افریقہ سے پہلے وہاب صاحب تھے ان کو تو خیر آتی تھی مگر آڈو صاحب ہیں اور اسی طرح اور ہیں جن کو کچھ پتہ نہیں تھا تو اللہ کے فضل کے ساتھ اچھی بھلی وہ گفتگو کرنے لگ گئے ہیں۔ براہ راست زبان سنتے اور سمجھتے ہیں، ذہن ترجمہ نہیں کرتا خود پتہ چلتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے لیکن یہ ہے غریبانہ پروگرام یہ میں آپ سے دوبارہ عرض کرتا ہوں جو کمپنیاں ایسے پروگراموں کے اوپر لکھو کھہا ڈالر خرچ کرتی ہیں وہ ہم چند پیسوں میں پورے کر رہے ہیں واقعتہً چند پیسوں میں۔ یعنی اندر بیٹھے سمندر پہ تو لے جا کر نہیں دکھا سکتے نہ میرے پاس وقت ہے۔ سمندر کی تصویریں دکھا دیتے ہیں پتہ تو لگ جاتا ہے اور بعض دفعہ لطیفے بھی ہو جاتے ہیں بیچ میں۔ جب کھانے پینے کی چیزیں اور برتنوں وغیرہ کے متعلق اور متفرق گھریلو چیزیں دکھانے کا پروگرام تھا تو میں نے ان کو کہا ہوا ہے پیسے خرچ نہیں کرنے جماعت کے۔ اپنے گھروں سے کارکن لے آیا کریں چیزیں۔ تو نمونے کے طور پر میں اپنے گھر سے، میز سے سب ڈھیریاں اکٹھی کر کے لے جا رہا تھا تو مجھے یاد آیا کہ نمک دانی یا مرچ دانی کا برتن نہیں رکھا تو میں نے اٹھا کر جیب میں ڈالی، جگہ نہیں تھی اور۔ اب وہ خیال تھا کہ پہلے نکال لوں گا وہاں بھول گیا جب باری آئی تو میں نے جیب سے نکالی تو اس پر کینیڈا سے میری بہن امتہ الجمیل کا احتجاج آیا یعنی احتجاج کوئی سختی کا نہیں تھا نرمی اور پیار کا تھا کہ بھائی اب یہ تو نہ کیا کریں کہ جیب میں ہاتھ ڈال ڈال کر نمک دانیاں نکالیں عجیب لگتا ہے۔ میں نے کہا ہم ہیں ہی عجیب لوگ۔ ہمارے پروگرام غریبانہ اور سادہ ہیں اور دنیا شرماتی ہو گی مجھے تو کوئی شرم نہیں۔ مجھے تو پتہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے متعلق ہمیں اللہ نے خبر دی یہ کہو "وما انا من المتکلفین" میں تو ضرورت کی چیزیں پوری کروں گا مجھے تکلف نہیں ہے تو سارے احمدیہ ٹیلی ویژن کا یہ مزاج ہے کوئی تکلف نہیں جو ضرورت ہے وہ پوری کرنی ہے اور بہت ہی غریبانہ طریق پر ہوتی ہے مگر ہو جاتی ہے اور جہاں تک علمی فائدے کا تعلق ہے یہ زیادہ مفید طریقے پر خدا کے فضل سے M.T.A. علمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

ہومیو پیتھک کے لیکچرز ہیں جن لوگوں نے مختلف ملکوں میں سنے ہیں اور ہومیو پیتھی کا کام شروع کر دیا ہے ان کی طرف سے بہت ہی خوش کن اطلاعیں مل رہی ہیں اور وہ لکھتے ہیں بعض کہ ہمیں تو سکون مل گیا ہے زندگی میں۔ کہیں رات کے وقت بچہ بیمار ہوتا ہے کہیں بھاگے پھرتے تھے ڈاکٹر کو فون کرتے، کہیں اخراجات اٹھتے تھے، کہیں ویسے یہ مصیبت تھی اور پھر ہسپتالوں میں ڈال کے وہ کئی کئی ٹیسٹ کرتے تھے اب ہم نے آپ کے بتائے ہوئے طریق پر ہومیو پیتھک شروع کی ہوئی ہے اور اب ضرورت ہی نہیں رہتی باہر جانے کی۔ بعض مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں بچے کو یہ تکلیف ہوئی یہ دوائی دی ٹھیک ہو گیا اور بعض دوسروں کا علاج شروع کر چکے ہیں۔ تو علاج کا جو فن ہے یہ بہت ہی اہم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کو دینی علم کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

"العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان" علم تو دو ہی ہیں یا دین کا علم ہے یا بدنوں کا علم۔ اور پرانے مفسرین نے اس کا ترجمہ طبّی علوم کے طور پر کیا ہے۔ میں اس کو وسیع کرتا ہوں میرے نزدیک بدن میں صرف طب ہی نہیں بلکہ Matters کا علم جو ہے، سائنس، تمام وہ علوم جو میٹرز سے تعلق رکھتے ہیں ان کو ایک طرف بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور وہ تمام علوم جو تصورات کی دنیا سے اور عقائد سے اور دین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو علم الدین کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ تو ہم نے ہر چیز سکھانی ہے دنیا کو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ غریب انسانیت کی شدید ضرورت ہے کہ اسے اپنا روز مرہ کی ضرورت کا سستا علاج سکھایا جائے۔ اتنی تکلیف میں ہے دنیا کہ تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غریبوں کی کیا حالت ہو گی۔ اپنے گھر میں جب کوئی بیمار ہو اس وقت سمجھ میں آتی ہے کہ کیسے سارا گھر بے چین ہو جاتا ہے اور اللہ کا احسان ہے کہ ہومیو پیتھک کے علم کی وجہ سے نہ مجھے باہر بھاگنا پڑتا ہے نہ بچوں کو جانا پڑتا ہے۔ ہر روز عام ضرورتیں خدا کے فضل سے پوری ہو جاتی ہیں۔ کبھی کسی اینٹی بائیوٹک کی ضرورت نہیں پڑتی اور اگر ہمارے گھر نہیں پڑتی تو آپ کے گھر کیوں پڑے، ہم بھی تو ایک ہی چیز ہیں۔ یعنی ہر احمدی کے گھر میں چاہتا ہوں ویسا ہی سکون میسر آئے جیسا اللہ کے فضل سے میرے گھر میں ہے اور سب جگہ ہم بغیر خرچ کئے اپنی ضرورتیں بھی پوری کریں اور ماحول کی ضرورتیں بھی پوری کریں۔ یہ گھر تک تو پھر فیض نہیں رہا کرتا پھر تو اس فیض نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے اور اب سب دنیا میں ایسے مریض ہیں جو مجھ سے علاج کروا رہے ہیں اور ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ اب اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو، مجھ سے سیکھو اور خود اپنا بھی علاج کرو اور اپنے ماحول میں بھی غریبوں کا علاج کرو۔

یہ اتنا اہم ذریعہ ہے کہ اس کے ذریعے ہم انشاء اللہ اپنے روحانی انقلاب میں بہت مدد لے سکتے ہیں۔ یہ دو علم، دو گاڑی کے پہیوں کی طرح اکٹھے چلیں گے۔ آپ دعوت الی اللہ کرتے ہیں، تربیت کے کام کرتے ہیں اس کے ساتھ آپ کو خدا تعالیٰ نے شفا کا علم عطا کیا ہے اور شفا آپ کے ہاتھوں میں رکھ دی ہے یعنی یہ اگر تصور میں پیش کر رہا ہوں انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ یہ جو صورت حال ہے یہ تبلیغ کے اور دینی سفر کے معاملے میں بہت زیادہ ممد ہے اور ویسے بھی دکھتی ہوئی انسانیت کے لئے یہ خدمت کرنا اس واسطے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر ہمیں چین نہیں آ سکتا۔ وہ شخص جو حساس دل رکھتا ہو اگر اس کے بچے بیمار ہوں اس کو تکلیف ہو اور وہ دور کر لے اور باقی لوگوں کا کچھ نہ ہو تو اسے چین کیسے آ سکتا ہے۔ بہت سے کہیں گے کہ ہاں آتا ہے یہی ہو رہا ہے۔ مگر میں جو بات کر رہا ہوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات کر رہا ہوں۔ وہ دل اگر ہمیں نصیب ہو تو پھر چین نہیں آ سکتا۔ اس دل کا کچھ پرتو بھی پڑ جائے تو چین نہیں آ سکتا۔ اس لئے یہ پروگرام صرف احمدیوں کی سہولت کی خاطر جاری نہیں کیا گیا بلکہ تمام دنیا کی سہولت کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

ہماری تمام ذیلی تنظیمیں بعض علاقے اپنے اپنے سپرد کر کے بعض جگہ چند ماڈل کے گھر بنائیں۔

امریکہ جیسے امیر ملک میں یہ صحت کا نظام ایک اتنا اہم مسئلہ بن چکا ہے کہ اس پر حکومتیں بن سکتی ہیں اور ٹوٹ سکتی ہیں اور ابھی جو کلنٹن کو یعنی ان کی پارٹی کو ایک بھاری شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس میں دراصل صحت کے معاملے میں ان کی دخل اندازی تھی جو بعض دولت مندوں کو پسند نہیں آئی۔ انہوں نے اچھی کوشش کی تھی لیکن ان کی صحت بھی دولت مندوں کے قبضے میں جا چکی ہے اور بڑے بڑے مافیا بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کلنٹن کو سبق سکھایا کہ خبردار جو ہماری کمائی کے ذرائع پر تم نے نظر ڈالی۔ ملک مرتا ہے تو مرتا پھرے ہمارے نظام میں تمہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ یہ ان کا پیغام جو سب سمجھ رہے ہیں امریکہ والے یہ کلنٹن اور ان کی پارٹی کو دے دیا گیا۔ مگر ہومیو پیتھی کے معاملے میں بڑے سے بڑا دولت مند بھی کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک غریبانہ علاج ہے اور ایک طوعی کوشش ہے صرف امریکہ کی جماعت کو یہ دیکھنا ہو گا کہ قانونی تقاضے ایسے پورے کرے کہ جس کے نتیجے میں وہاں مقدمہ بازیاں نہ ہوں اور جہاں تک میرا علم ہے اگر کوئی مفت علاج کی درخواست کرے اور ایسی تحریر قطعی حاصل کر لی جائے کہ میں ذمہ دار ہوں میرا مفت علاج کیا جائے تو پھر اس کو مقدمے میں نہیں گھسیڑا جا سکتا اگر کوئی پیسے وصول نہ کرے۔ اس پہلو سے وہاں کے قانون کا مطالعہ کر کے جماعت امریکہ کو بھی، کینیڈا کو بھی یہ آگے قدم بڑھانا چاہئے اور مجھے مطلع کرنا چاہئے کہ کس طریق پر ہم وہاں غریبوں کی خدمت کر سکتے ہیں کہ خدمت کرنے والوں کی خدمت کی جزا تو نہیں ملے گی نہ ہم اس کی توقع رکھتے ہیں، خدمت کی سزا نہ ملے۔ بعض ملکوں میں خدمت کی بھی سزا ہو جاتی ہے اپنے اپنے رنگ ہیں۔ اب امریکہ میں خدمت کی یہ سزا مل سکتی ہے کہ کوئی مریض اچھا نہ ہو اس کی حالت بگڑ جائے تو وہ مقدمہ کر دی کہ مجھے دس لاکھ

TOP OFFER ON SECOND HAND MACHINES
TOOL MACHINES & COMPRESSORS
CONSTRUCTION & ROAD MACHINES
HEATING AND COOLING SYSTEMS
MACHINES FOR COSMETIC & CHEMICAL INDUSTRIES
MACHINES FOR FOOD & BEVRAGE INDUSTRIES
PLASTIC WORKING [DIECASTING] MACHINES
INJECTION MOULDING FOR PLASTIC MATERIAL & MANY OTHER
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

ڈالر دلواؤ۔ تم نے میرا علاج کیا تھا اور اب میں اگر کہیں اور جاتا تو ٹھیک ہو جاتا۔ تو خدمت کی سزائیں نیک دل خدمت کرنے والوں کو کسی نے کسی طریقے سے مل بھی جاتی ہیں۔

پاکستان میں اور رنگ ہے سزا کا۔ ڈاکٹر گئے خدمت کرنے کے لئے، ان کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا کہ احمدیوں کو کیا حق ہے کہ وہ غیر احمدیوں کی صحت کا فکر کریں اور ان کے علاج کی کوشش کریں تو جماعت کو قربانیاں بھی دینی پڑیں گی لیکن جن ملکوں میں قربانیاں دئے بغیر خدمت ہو سکتی ہے وہاں کیوں نہ بغیر قربانی کے خدمت کی جائے۔ نفس کی قربانی کافی ہے لیکن بغیر قربانی سے مراد ہے سزا کی قربانی کے بغیر۔ تو ان ملکوں میں قانون بہت آگے بڑھ چکے ہیں، پیچیدہ ہو چکے ہیں، اس لئے ایسے معاملات میں باقاعدہ ماہر فن سے مشورہ کرنے کے بعد ایک طریق کار طے کرنا ہو گا اور یہ پروگرام تو اب شروع ہو جائیں گے جن سے اتنا تو فائدہ ہو گا کہ لوگ ایک مہنگے ملک میں غریب احمدی اپنے علاج خود کر سکیں گے۔

اشتہارات کے ذریعہ اگر ہمارے تاجر ایم۔ٹی۔اے کی مدد کرنا چاہیں تو یہ ایک نیک کام ہو گا۔

اس کے علاوہ اب اور بھی بہت سے پروگرام ہیں جن کے متعلق میں جماعت کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ جلدی کریں اور اپنے اپنے ملکوں کے پروگرام بنا کے بھیجیں لیکن جہاں تک مرکزی پروگراموں کا تعلق ہے جو میرے ذہن میں ہے جماعت کی تربیت کے لئے ان میں ایک پروگرام جو اب عنقریب داخل ہو رہا ہے وہ کھانا پکانا ہے۔ کھانا پکانے کے متعلق آپ پروگرام دیکھتے رہتے ہیں مگر ان پروگراموں میں اور احمدیہ پروگراموں میں وہی فرق ہو گا جو ہمارے ہر دوسرے پروگرام میں ہوتا ہے۔ ہم گہری نظر سے ضرورت مند کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر پروگرام بناتے ہیں۔ اس پہلو سے غریبوں کے کھانے کا کوئی پروگرام نہیں ملے گا آپ کو۔ ٹیلی ویژن چاہے پاکستان کی ہو یا باہر کی ہو اگر کھانے کے پروگرام آتے ہیں تو ایسے ایسے امیرانہ ٹھاٹھ کے پروگرام آتے ہیں کہ بھاری اکثریت جو غرباء کی ہے ان بے چاروں کو صرف تکلیف ہی پہنچتی ہے یہ امیر بڑے بڑے نخرے کر رہے ہیں پتہ نہیں کیا کیا کھاتے پھرتے ہیں ہمیں تو برتن خریدنے کی بھی توفیق نہیں ہے۔

تو یہاں جو لجنہ کی ٹیم بنائی گئی ہے، لجنہ کی تو نہیں یعنی خواتین کی ٹیم بنائی گئی ہے، اس میں میری بچیاں بھی شامل ہیں ان کو میں نے دو تین ملاقاتوں میں اچھی طرح سمجھایا ہے کہ آپ بے شک شوق پورے کر لیں دوسرے کھانے بھی سکھائیں، مہنگے کھانے بھی سکھا دیں مگر لازماً اس بات پر زور دینا ہے کہ غریب کے گھر کا بجٹ ملحوظ رکھ کر اس کو بتائیں کہ وہ اتنے ہی خرچ میں بہتر لذت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ کھانے کا تعلق صرف دولت سے نہیں ہے کھانے کا تعلق ذوق اور سلیقے سے بھی ہے۔ امیر سے امیر گھر میں بھی اگر سلیقہ نہ ہو تو ایسے خوفناک کھانے پکتے ہیں کہ صاحب ذوق کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہے۔ بوئیں چھٹی ہوئی، اور کئی قسم کی مصیبتیں۔ اس لئے کھانا پکانے کا سلیقہ ٹھیک ہو جائے تو بعض دفعہ ایک معمولی قیمت کی چیز بھی بہت اچھی لگنے لگ جاتی ہے۔ ایسا کئی دفعہ ہوا ہے کہ ہمارے ہاں دال بھی پکی ہوئی تھی اور مچھلی یا مرغا وغیرہ بھی تھا لیکن میں نے دال ہی کھائی ہے۔ کوئی قربانی نہیں تھی، کوئی فقیرانہ انداز نہیں تھا بلکہ طبعاً مجھے اچھی لگ رہی تھی وہ اتنی اچھی تھی کہ اس کے مقابل پر نہ مرغا کام آ رہا تھا نہ مچھلی کام آ رہی تھی تو انسان کو اپنے ذوق کے مطابق ہی کھانا کھانا چاہئے اگر میسر ہو۔ سو اس طرح غرباء کو بھی ایسے طریقے سکھائے جا سکتے ہیں کہ ان کے مینو بنائیں اس کے متعلق میں کافی ان کو باتیں بتا چکا ہوں کہ اس طرز کے مینو بنائیں یہ چیزیں داخل کریں اور پھر اور کچھ نہیں تو روٹی اچھی پکانے کا طریقہ ضرور سکھائیں۔ روٹی کی مختلف قسمیں پکانی سکھا دیں۔ کیونکہ میں نے تجربے سے دیکھا ہے بعض دفعہ شکار پر، بعض دفعہ ویسے بھی، اگر روٹی اچھی ہو تو محض نمک مرچ اوپر لگا کر جو مزہ آتا ہے وہ برے پکے ہوئے سالن کے مقابل پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور پیاز سے بھی بڑا مزہ آ جاتا ہے۔ چٹنیوں سے روٹی کئی دفعہ ہم نے کھائی ہے کچھ اور سالن نہیں کھایا جو اس کا لطف ہے وہ اپنا ایک لطف ہے لیکن روٹی اچھی ہونی چاہئے اگر روٹی بدمزہ ہو تو پھر سارا سالن بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کو ہمیں سمجھانا ہے اور اس سلسلے میں جماعت پاکستان سے خصوصیت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مختلف ٹیمیں بنائیں مختلف غرباء کے گھر میں جائیں یہ دیکھیں کہ ان کے پاس روزمرہ پکانے کی ضرورتیں بھی مہیا ہیں کہ نہیں اور ان کے گھر کی اکانومی بنانے میں مددگار ہوں۔

ہماری تمام ذیلی تنظیمیں بعض علاقے اپنے اپنے سپرد کر کے بعض جگہ چند ماڈل کے گھر بنائیں لیکن یہ لازم شرط ہے کہ روپے پیسے کے زائد استعمال کے بغیر ان کے بجٹ کے اندر ان کو صاف ستھرا رہنے کا سلیقہ اور اپنے بجٹ کو مناسب طریق پر اس طرح بنانے کا سلیقہ سکھانا ہے کہ دال، کڑھی اور کئی قسم کی چیزیں، سبزیاں ہیں ان کے شوربے وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں سکھائی جائیں۔ اب دال جب میں نے ان کو کہا کہ دال پہ زور دیں یعنی دال کی مختلف قسمیں بھی سکھائیں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں مگر مجھے یہ بتایا گیا کہ پاکستان میں تو دال اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ اب یہ امیروں کا نخرہ ہو گیا ہے تو میں نے کہا کہ آخر غریب کچھ تو کھاتے ہیں لیکن میں نے ان کو بتایا کہ آپ کا یہ اعتراض ویسے درست نہیں ہے۔ کیونکہ دال میں ایک خوبی ہے کہ اسے جتنا پتلا کر لو پھر بھی مزیدار رہتی ہے۔ میں نے خود بنگلہ دیش میں ایک غریب احمدی گھر میں چاول اور دال اس طرح کھائے ہیں کہ بالکل پتلی دال تھی نام کا رنگ تھا لیکن نمک مرچ کی مناسبت کی وجہ سے ایک دو خوشبوئیں ڈالی ہوئی تھیں اس سے مزہ بہت اچھا تھا اور دال چاول کا اچھا یعنی مزیدار کھانا بن گیا تھا۔ تو عقل استعمال ہونی چاہئے سلیقہ استعمال ہونا چاہئے۔ ہم نے چیلنج یہ قبول کر لینا ہے اور اس چیلنج کا حق ادا کرنا ہے کہ دولت کی کمی کے باوجود روزمرہ کے گھروں میں کچھ بشاشت پیدا کریں۔ روزمرہ کے غریبانہ گھروں کے دستور میں کچھ بشاشت کے سامان پیدا کر دیں۔ کچھ سہولت پیدا کر دیں وہ پیسہ ضائع کرنے کی بجائے اسے اچھے مصرف میں لے کے آئیں۔ اور جہاں تک دالوں کے مختلف پکانے کے طریق ہیں بعض تو آپ نے سنا ہو گا محاورہ "یہ منہ اور مسور کی دال" یعنی ایک نواب تھا یا بادشاہ، وہ کہانیوں میں تو مختلف نام آتے ہیں اس نے ایک اعلیٰ فن دار باورچی سے اس کی اپنی مرضی کا کھانا پکانے کو کہا کہ لا کے دکھاؤ پھر میں تمہیں نوکر رکھوں گا۔ اپنی مرضی کا جو تمہیں پسند ہے پکا کر لاؤ۔ اس نے مسور کی دال پکائی لیکن اس پر اتنا زیادہ خرچ دوسرا کر دیا۔ کچھ زعفران، کچھ دوسری چیزیں ڈالیں کہ جب وہ اس نے پیش کی تو نواب صاحب نے ابھی چکھی ہی نہیں تھی کہ اتنے میں اس کا سیکرٹری یا مال کا منتظم بولا کہ سرکار آپ اس دال کی طرف نہ جائیں اس ظالم نے اتنا خرچ کروا دیا ہے کہ بہت مہنگا ڈش بن گیا ہے۔ تو نواب صاحب نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ کہتے ہیں اس نے دال کا پیالہ اٹھا کر باہر ایک ٹنڈا درخت تھا اس پر پھینک دیا اور کہا کہ "یہ منہ اور مسور کی دال" یعنی مسور کی دال کھانے والے بھی تو مونہہ ہونے چاہئیں تمہیں تو یہ بھی توفیق نہیں۔ کہانی میں لطیفے کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ وہ سوکھا ہوا درخت جہاں جہاں دال پڑی وہاں سے ہرا ہو گیا۔ تو کھانا پکانے کا سلیقہ ہوتا ہے یہ سلیقے سکھانے ہیں۔ سبزیوں کا موسم آتا ہے تو بعض سبزیاں بہت سستی ہو جاتی ہیں۔ ہٹ کر خریدیں تو عام سبزیاں بھی اتنی مہنگی ہوتی ہیں کہ ہاتھ نہیں پڑ سکتا۔ جب غریبوں کو آپ سبزیوں کا کہیں گے تو انہیں یہ بھی بتائیں کہ اچھے موسم میں، بھرے ہوئے موسم میں جب سبزیاں پھینکی جا رہی ہوں۔ اس وقت آپ خشک کر کے ان کو کس طریقے سے سنبھال سکتے ہیں کہ دوسرے وقت میں آپ کے کام آئیں۔ اس کا بھی ایک باقاعدہ پروگرام بنا کر اس پر عمل درآمد کرانا ہو گا اور ماہرین کو اس میں محنت کرنی پڑے گی جو فوڈ کے ماہرین ہیں مثلاً کھانے کے فن سے تعلق رکھنے والے سائنس دان جماعت میں ملتے ہیں ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر مختلف سبزیاں کس طرح پیش کی جا سکتی ہیں۔ اب کریلے کو اس طرح بھی پکایا جا سکتا ہے کہ سارا گھر کڑوا ہو جائے اور اس طرح بھی پکایا جا سکتا ہے کہ اس کے مزے سب موجود ہوں۔ کڑواہٹ صرف اتنی ہو کہ یاد رہے کہ کریلا ہے۔ تو یہ کیوں نہ سکھائیں ہم سب کو۔ چٹنیاں بنانی کیوں نہ سکھائیں۔ تو یہ وسیع پروگرام ہے جس پر عمل درآمد شروع ہو رہا ہے۔ اب ان کے ترجموں کی کچھ مشکل ہے۔

نہ ابھی تک ہومیوپیتھک کی کلاسز کے پروگراموں کے ترجمے ہو سکے ہیں پورے، نہ روزمرہ کے

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

ASIAN AND ENGLISH JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

اکمل
کی مٹھائیوں کی تو
بات ہی کچھ اور ہے
ASC 1974
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (069) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

گھنٹوں کے پروگراموں کے ایسے ترجمے ہو سکے ہیں کہ انہیں مستقل ہر زبان میں جاری کیا جاسکے۔ اس پروگرام کے ترجمے کی ضرورت پیش آئے گی پھر ان میں افریقن پروگرام بھی چاہئیں اور چائنیز پروگرام تو یہاں ہی ہو جائیں گے لیکن افریقہ کے مختلف ملکوں کو یا فار ایسٹ میں جو ہمارے احمدی پھیل رہے ہیں جن ممالک میں ان کے کھانوں کے، انڈونیشیا کے کھانوں کے پروگرام بھی ہونے چاہئیں۔ تو آپ سب لوگوں کو بہت کام کرنا ہے اپنے اپنے ملکوں میں پروگرام بنائیں اور وہ بھجوائیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس ٹیلی ویژن کے پروگرام کو صرف دلچسپی کا موجب نہ بنائیں بلکہ بہت ہی مفید اور کار آمد پروگرام بنا دیں کہ دشمن بھی مجبور ہو اس ٹیلی ویژن کو دیکھنے پر۔ اس سلسلے میں امریکہ میں ایک جماعت میں ایک کام دے کے آیا تھا ابھی تک مجھے اس کی اطلاع نہیں ملی ہمارے بھانجے ہیں مرزا مغفور احمد صاحب، ڈاکٹر ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ اب یہاں نیا تجربہ ہوا ہے کہ مثلاً مکئی کے کھیت ہیں ان میں ٹانڈوں کو کھڑا رہنے دیا جاتا ہے اور چھلیاں اتار کر استعمال کر لیتے ہیں اور جب اگلا موسم آتا ہے کاشت کا اس وقت تک وہ گل سڑ کر ویسے ہی نیچے گر چکے ہوتے ہی۔ صرف ایک ہل دیتے ہیں اور بیج پھینک دیتے ہیں کوئی دوسرا ہل نہیں دیتے کوئی سہاگہ نہیں دیتے اور اس کے باوجود وسیع پیمانے پر تجربے ہوئے ہیں کہ اوسط دوسرے طریق سے گری نہیں ہے۔ اب پاکستان جیسے غریب ملک میں اور ہندوستان جیسے غریب ملک میں اور بنگلہ دیش جیسے غریب ملک میں جہاں ٹریکٹر کے اخراجات بے شمار ہیں وہاں اگر ان طریقوں کو نمونۃً جاری کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں۔ یہ لمبی بحث کا اب وقت بھی نہیں ہے لیکن پوری طرح میں نے معاملے کو سمجھ لیا ہے اور تحقیق کی ہے اور اس میں ایک حکمت ہے ان سے میں نے کہا کہ آپ بنائیں پروگرام۔ ان فارموں کے زمینداروں کے پاس جائیں ان فارمز میں پہنچیں اور بنا کے ہمیں بھجوائیں M.T.A. کے لئے تاکہ پاکستان اور غریب ملکوں میں ایک نیا طریقہ کم قیمت پر اچھی کاشت کا سکھا دیا جائے اور یہ جو علاقے ہیں جن کی میں بات کر رہا ہوں یہاں اوسط پیداوار ستر (۷۰) من فی ایکڑ ہے ایک ہل کے ساتھ اور ہمارے ہاں دس دس ہلوں کے بعد بھی بمشکل تیس پینتیس من تک پہنچتی ہے تو کہیں کہیں بہت بھی بڑھ جاتی ہے لیکن میں عموماً بات کر رہا ہوں اوسط تو تیس من بھی نہیں ہوتی۔

تو ایسے بہت سے دلچسپ پروگرام ہیں مختلف ملکوں میں جو تجربے ہو رہے ہیں۔ پانی کی بچت کیسے کی جاسکتی ہے۔ باغوں کو کس طرح بہت تھوڑے پانی میں عمدگی کے ساتھ پالا جاسکتا ہے۔ یہ سارے ایسے کام ہیں جن میں ہمارے کہیں بعض احمدی بھی ریسرچ کر رہے ہیں تو ان کو کہہ چکا ہوں ان کی طرف سے بھی آنے چاہئیں اور آپ سب کو دنیا میں جتنے احمدی جہاں جہاں بھی ہیں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جس کو وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مشترک کر کے اپنے فیض کو عام کر سکتے ہیں ۔ یعنی جس علم میں بھی کوئی خاص بات دیکھیں جس میں دوسروں کو فائدہ ہو سکتا ہو اس کو عام کریں، اپنے تک نہ رکھیں۔ اور اس ضمن میں مرکزی طور پر جماعتوں کا کام ہے کہ اچھے ٹیلی ویژن پروگرام بنا کر وہ پروگرام ہمیں بنوائیں۔ تو یہ باتیں تو بہت زیادہ کرنے والی ہیں مگر وقت میں دیکھ رہا ہوں بہت لمبا ہو گیا ہے تو انشاء اللہ یکم جنوری سے خدا کے فضل کے ساتھ یہ پروگرام جاری ہوں گے اور جماعت سے اس کے لئے چندے کے طور پر ایک بھی پیسہ زائد نہیں مانگا جائے گا۔ کیونکہ جماعت نے ابھی بھی بہت قربانی کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی آئندہ چند سال تک ٹیلی ویژن کے سلسلے میں جماعت پر چندے کا مزید بوجھ ڈالنا مناسب نہیں لیکن اشتہارات کے ذریعہ اگر ہمارے تاجر M.T.A. کی مدد کرنا چاہیں تو یہ ایک نیک کام ہو گا۔ یہ کوئی بوجھ نہیں ہے بلکہ مختلف علاقوں کے اشتہارات، مختلف علاقوں کے لوگ دے سکتے ہیں اور آپ کو اگر یورپ اور ایشیا میں دلچسپی ہے تو اس کے الگ اشتہار کے دام ہونگے۔ یورپ اور امریکہ میں دلچسپی ہو تو اس کے الگ اشتہار کے دام ہونگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ہم تھوڑے دام چارج کریں گے، باقیوں کی نسبت بہت کم لیکن اگر یہ رجحان شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمارے روزمرہ کے بڑھتے ہوئے اخراجات اسی سے پورے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ السلام علیکم۔

---

۲۸ اگست ۱۹۰۱ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

"ہمارے مخالف دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو مسلمان ملاں مولوی وغیرہ، دوسرے عیسائی انگریز وغیرہ دونوں اس مخالفت میں اسلام پر ناجائز حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں۔ آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دکھایا گیا اور الہام کی صورت پیدا ہوئی مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اسطرح سے تھا کہ ان میں بہت سے لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے اور ملا مولویوں وغیرہ کے متعلق یہ تھا کہ ان میں سے اکثر کی قوت مسلوب ہو گئی ہے"۔

(ملفوظات جلد اول صـــ ۵۳۸)

مبارک ہو تمہیں اے مومنو رمضان کی آمد

مبارک ہو کہ پھر ماہ مبارک آنے والا ہے
فضاؤں میں جہاں کی ابر رحمت چھانے والا ہے
مبارک ہو تمہیں اے مومنو رمضان کی آمد
خدا اس میں نئے لطف و کرم فرمانے والا ہے
عدو نوع انساں جس کو سب شیطان کہتے ہیں
مبارک ہو وہ زنجیروں میں جکڑا جانے والا ہے
وہ یار لامکانی جلوے اپنے حسن و احساں کے
نئے انداز سے امت کو پھر دکھلانے والا ہے
ہلال ماہ رمضاں مژدہ عفو و عطا لے کر
بصد عزو وقار و شان و شوکت آنے والا ہے
گہر بحر جہاں میں جانے ہوں کتنے نئے پیدا
فلک سے ابر نیساں پھر خدا برسانے والا ہے
غریبوں غم نصیبوں کی بھی قسمت جاگ اٹھے گی
نظر ان پر کرم کی خاص وہ فرمانے والا ہے
تمہیں بھی اے گنہگارو! مہینہ یہ مبارک ہو
تمہارا ہر گنہ توبہ سے بخشا جانے والا ہے
بہار نو سے گلشن میں نبیؐ کے رونقیں ہوں گی
خدا ہر غنچہ اسلام کو مہکانے والا ہے
زہے قسمت کہ وہ خم خانہ عالم میں خود آکر
شراب کہنہ کا اک جام نو پلوانے والا ہے
چلو اے سالکو منزل کو پانے کے لئے دوڑو
کہ پھر روشن مقام اک راہ حق میں آنے والا ہے
دل صدیق مت گھبرا تو اپنے درد پیہم سے
ہلال نو ترے دردوں کا درماں لانے والا ہے

(محمد صدیق امرتسری)

اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے۔ جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوعِ انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔

(ملفوظات جلد چہارم صـــ ۲۱۶)

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۴)

ٹائی فائیڈ، ملیریا اور جگر کے کینسر کے علاج کے لئے بعض نسخوں کا تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر پروگرام "ملاقات" مورخہ ۷ اپریل ۱۹۹۴ء میں بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اب میں آپ کو ایک ٹائی فائیڈ بخار کا ایک واقعہ سناتا ہوں جو کہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ اس لئے میں اس کو روحانی علاج بھی کہتا ہوں۔ ٹائی فائیڈ بیماری کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سرگودھا کے ایک گاؤں میں ایک عورت بیساکھی ہاتھ میں لئے ہوئے آئی۔ اس نے بتایا کہ ۲۰ سال پہلے جب وہ چھوٹی بچی تھی اسے ٹائی فائیڈ ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک ٹانگ سوکھنی شروع ہو گئی۔ اور دوسری ٹانگ ٹھیک تھی۔ اب وہ بیساکھی کے بغیر نہیں چل سکتی تھی تو میں نے اسے سلفر ۲۰۰ (Sulfur 200) اور رسٹاکس ۲۰۰ (Rhus.Tox200) دی تھی۔ رسٹاکس خاص طور پر جلدی بیماریوں کی دوا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ گہرے فالج اور لمبے اثرات میں بھی یہ کام دکھاتی ہے۔ حضور نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ مجھے روحانی ذریعے سے خدا نے بعض باتیں بتائی ہیں جو آئندہ اطباء کے لئے غیر معمولی روشنی کا سامان کریں گی۔ اس میں بتایا تھا کہ اندرونی عضلات پر جو بیماریاں حملہ کرتی ہیں اگر کسی طرح انہیں جلد پر پھینک دیا جائے تو اندرونی عضو بچ جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے اسی اصول پر بہت سارے نئے علاج معلوم کئے۔ مجھے خیال آیا کہ وہ بیماریاں جن میں جلد پر اثر ہوتا ہو۔ اور اندر عضلات پر بھی اثر پڑتا ہو، سلفر اور رسٹاکس اس سے ملتی جلتی بیماریوں میں مفید ہونی چاہئیں۔ اب ٹائی فائیڈ اور اس کے اثرات کے بارے میں مجھے ایسے خیال آیا کہ ٹائی فائیڈ جب اپنی انتہا کو پہنچ کر جسم کو چھوڑنے لگتا ہے تو جسم میں دھاگے سے ابھر آتے ہیں اور وہ جب نکل آئیں تو اس کا مطلب ہے ٹائی فائیڈ نے دم توڑ دیا۔ اب جو گند تھا باہر آ گیا۔ اگر یہ جلد پر ظاہر نہ ہو تو پھر کسی نہ کسی طرح اندر دبا رہتا ہے۔ اس خیال سے مجھے اس کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اس پر میں نے سلفر ۲۰۰ اور رسٹاکس ۲۰۰ کو آزمایا۔ میں نے کہا کہ ہفتہ میں ایک دفعہ باری باری کھاتی چلی جاؤ اور اس حصہ جسم کو جو چھوٹا سا رہ گیا ہے پیمائش کرتی رہو۔ اگر یہ حصہ بڑھنا شروع ہو گیا تو پھر یقین کرنا کہ تم اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جاؤ گی۔ وہ چھ ماہ کے لئے دوائی لے گئی۔ چھ ماہ بعد وہ آئی بیساکھی ہاتھ میں نہیں تھی اور اس نے کہا دیکھ لیں بہت فرق پڑ گیا ہے۔

ٹائی فائیڈ کا نسخہ

ٹائی فائیڈ کے ضمن میں بعض نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

ایک نسخہ ہے جو آدھا میں نے حضرت مصلح موعودؓ سے لیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت چھوٹی آپا کو ہومیو پیتھی اس طرح سکھائی تھی کہ ان سے دوائیں بنوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے بتایا کہ ٹائیفائیڈ میں حضرت مصلح موعودؓ Typhoidinum اور Pyrogenum دونوں دوائیں ملا کر دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی دیتے تھے۔ اس کے بعد میں نے اصول بنا لیا کہ ٹائی فائیڈ کے مریض کو دوسری دواؤں کے علاوہ یہ دو دوائیں ضرور دیتا ہوں۔ Pyrogenum زہریلے گوشت سے بنائی ہوئی دوا ہے۔ گوشت جب خراب ہو جائے اس کا زہر گہرا تعفن پیدا کرتا ہے۔ اور خطرناک ہوتا ہے اس لئے پائروجینم گہرے تعفن پیدا کرنے والی بیماریوں کے کام آتی ہے۔ غالباً اسی لئے حضرت مصلح موعود نے یہ تجربہ کیا ہوگا۔ اور پھر یہ تجربہ کامیاب رہا۔ عورتوں کے رحم میں بچے کی پیدائش کے بعد جب گند رہ جاتا ہے، بعض دفعہ نہیں نکلتا، بعض دفعہ اندر انفیکشن ہو جاتی ہے پرسوتی بخار میں پائروجینم بہت مفید ہے لیکن "ٹائی فائیڈینم" نہیں۔ اس میں میں "سلفر" اور "پائروجینم" ملا کر دیتا ہوں۔

حضور نے بتایا کہ ٹائی فائیڈ میں پہلے میں ٹائی فائیڈینم (Typhoidinum) اور پائروجینم (Pyrogenum) ہفتہ میں ایک دفعہ دیتا تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ خواہ مخواہ مرض کو لمبا کرتا ہوں۔ روز روز دے کر دیکھوں تو اس کا بھی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہوا۔ جب بخار کی حالت تیز ہو تو میں دن میں دو تین دفعہ بھی دے دیا کرتا ہوں۔ لیکن مستقل تین دفعہ دینا ٹھیک نہیں۔ تیز مرض کی حالت میں دن میں تین دفعہ، پھر دو دفعہ، پھر ایک دفعہ، پھر ہفتہ میں ایک دفعہ کر دیا اور ہفتہ میں ایک دو مرتبہ دیر تک چلانا چاہئے۔ کیونکہ ٹائی فائیڈ کے بعض اثرات لمبا عرصہ تک چلتے ہیں۔

حضور نے سرگودھا کے ایک ڈاکٹر عابد حسین کا ذکر کیا جو بعض کتب کے مصنف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ٹائیفائیڈ میں اگر دوائیں جلدی بدلی جائیں تو سخت نقصان پہنچتا ہے اور بعض دفعہ دوائیں کام کرتے کرتے چھوڑ دیتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ فیرم فاس (Ferr. Phos) اور (Kali Phos) دو بائیو کیمک دوائیں اگر ملا کر باری باری دی جائیں تو ضرور مفید ہونگی۔ میں ایسے مرض جن میں ٹائیفائیڈ کی بعض مخصوص علامتیں اور رنگ میں نہ پائی جائیں ان میں پائیروجینم (Pyrogenum. 200) اور (Sulfur.200) اور فیرم فاس، کالی فاس صرف یہ دوائیں دیں۔ پہلے تین دفعہ دن میں پھر کم کر دی جائیں۔ لیکن فیرم فاس اور کالی فاس بخار کی تیزی کی حالت میں دن میں چھ دفعہ بھی دی جا سکتی ہے اور پھر پانچ دفعہ، چار دفعہ، تین دفعہ کر دیں، لمبا عرصہ چلا سکتے ہیں کوئی نقصان نہیں۔

اور اگر نہایت ہی بدبودار سیال کی علامت ظاہر ہو اس صورت میں انسان بہت زیادہ بھکتا ہے کیونکہ انتڑیوں میں جو زہریلے مادے پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے انسان بہکی بہکی باتیں بھی کرتا ہے۔ اس میں میرا تجربہ ہے کہ Baptisia سے بہتر کوئی دوا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ سلیشیا کا اثر میں نے ٹائیفائیڈ کے ضمن میں نہیں دیکھا۔ اگر کسی کے علم میں ہو تو مجھے لکھ کر بتائے لیکن Baptisia اگر بدبودار دست ہوں تو حیرت انگیز اثر دکھاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک بچہ جو ایلو پیتھک دواؤں سے شفا نہ پا سکا اس کی ماں اسے لے کر آئی۔ اس کا یہ حال تھا کہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اس سے جب میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ سب سے زیادہ علامت تو یہ ہے کہ انتہائی بدبودار اسہال آتے ہیں۔ میں نے اس کو یہی دوائیں دیں (Pyrogenium, Typhoidinum, and Baptisia) - میں نے کہا کہ چار پانچ مرتبہ یہ دوائیں کھلائیں اور اس کے بعد اس نے بتایا کہ بخار کم ہو رہا ہے۔ دو ہفتے کے اندر وہ بچے کو لے کر آئی۔ ٹائیفائیڈ کے دانوں سے اس کا سارا جسم بھرا ہوا تھا۔ اور پھر اس بچے کو کبھی ٹائیفائیڈ نے حملہ نہیں کیا اور کوئی بد اثر نہیں چھوڑا۔ اسی طرح حضور نے بتایا کہ ہمارے ایک مبلغ سعید جبریل صاحب آف گھانا کو بھی شدید ملیریا اور ٹائیفائیڈ تھا۔ ان کو بھی Typhhoidinum , Pyrogenium, Ferr. Phos, Kali.Phos اور اس کے علاوہ Meladine دی۔ انہیں بھی خدا کے فضل سے بہت فائدہ ہوا اور بیماری کا نام و نشان نہ رہا۔

حضور نے فرمایا کہ اپنے تجربے سے جو نسخے میں نے دریافت کئے ہیں وہ میں چاہتا ہوں کہ جماعت کو ساتھ ساتھ بتاتا جاؤں۔ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور جو نئی چیزیں ان کے علم میں آئیں وہ مجھے لکھیں تاکہ وہ بھی پھر ساری دنیا کو بتاؤں۔ اس طرح اللہ کے فضل سے آپ کو روز مرہ کی بیماریوں سے نپٹنے کا سلیقہ آ جائے گا۔ گھر میں چند شیشیاں آپ رکھ لیں بڑے بڑے خرچوں سے آپ بچیں گے۔

جگر کے کینسر کا نسخہ

حضور نے وقف جدید کے ایک معلم ڈاکٹر جمال الدین صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہیں جگر کا کینسر ہو گیا۔ بہت ایلو پیتھی علاج انہوں نے کروایا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر ڈاکٹرز نے جواب دے دیا اور کہا کہ اب زیادہ سے زیادہ تین دن ان کی زندگی باقی ہے اس لئے انہیں گھر لے جائیں۔ ان کا بچہ روتا روتا میرے پاس آیا کہ اب تو وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تین دن ہیں تم تین دن ہومیو علاج کروا لو شاید اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ ان کو میں نے تین دن ہومیو پیتھک کا نسخہ دیا۔

دن میں چار دفعہ Sulfur. 30

روزانہ ایک دو دفعہ Bryonia. 200

Cardus –Marianus Q

مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیوں دیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جگر کے لئے یہ نسخہ بہت اچھا ہے۔ جگر کی خرابیوں کے لئے ضروری نہیں کہ کینسر ہی ہو، عام یرقان ہو اور معمولی بیماریاں ہوں ان میں بالعموم یہ کام کرتا ہے۔ تین دن کے اندر ان کا بیٹا دوڑا دوڑا میرے پاس آیا کہ ابا کو کچھ کھانے پینے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے جو کئی ماہ سے ختم ہو گئی تھی اور آج انہوں نے مالٹے کا جوس مانگا ہے۔ موسم نہیں تھا اورنج کا لیکن ہمارے پاس سکوائش کی بوتلیں بنا کرتی تھیں وہ میں نے بوتلیں دیں۔ انہوں نے شروع کروایا۔ چند دن کے بعد کہا کہ جی وہ اور کچھ مانگ رہے ہیں۔ میں نے کہا دیں۔ ان کو پتلا شوربہ اور آہستہ آہستہ پھر اور غذا شروع ہوئی اور دو چار ماہ کے اندر وقف جدید میں رپورٹ کر دی کہ مجھ سے کام لیں۔ اس کے بعد ۱۵/۱۴ سال تک رہے باقاعدہ فیلڈ میں کام کیا ہے۔

حضور نے فرمایا کوئی بھی بیماری ایسی نہیں جس کا دفاعی نظام موجود نہ ہو۔ "لکل داء دواء" میں جو پیغام ہے اس میں باہر کی دنیا میں جا کر بھی ملتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھے آفاق سے بھی دیکھ سکتے ہو اور اپنے نفس میں ڈوب کر بھی۔ طبّی نظام میں بھی میں نے یہی تجربہ کیا ہے۔ نفس میں ڈوب کر خدا کی خدائی اس طرح کام دیتی ہے کہ ہر بیماری کے لئے جسم کے اندر دفاعی طاقت کا امکان موجود ہے۔ اس کو کسی طرح ابھار دیا جائے تو اللہ کے فضل کے ساتھ جسم اس قابل ہوتا ہے کہ بیماری سے لڑے۔ لیکن ایک چیز سے نہیں لڑ سکتا وہ ہے تقدیر الٰہی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کس طرح آپ نے دوائیوں کے مزاج سمجھنے کے لئے سخت محنت کی اور بعض دفعہ ساری ساری رات ادویہ کے بارہ میں پڑھتے ہوئے گزری۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ریپرٹری (Repertory) کے ذریعہ علاج کا قائل نہیں ہوں۔ اکثر ہومیو پیتھ ریپرٹری کا استعمال کرتے ہیں۔ ریپرٹری کہتے ہیں کہ ہر اچھی کتاب کے آخر پر بیماری کی علامتیں لکھ کر بتایا ہوتا ہے کہ ان میں کون سی دوا کام

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR

PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

سب سے پہلی قومی غلطی

(مجتبیٰ احمد ۔ لاہور)

قومی اسمبلی کے سابق سپیکر اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر ملک معراج خالد کا یہ اظہار بڑا معنی نگر ہے کہ:

" ہم خود اپنے دشمن ہیں۔ ہمیں اپنی ذلتوں کے لئے دوسروں کو ذمہ وار قرار نہیں دینا چاہئے۔ قائد اعظمؒ کے فرمان "اتحاد، ایمان اور تنظیم" کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے اندر عمل کا مادہ پیدا کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے بحیثیت قوم اپنی غلطیاں تسلیم نہ کیں تو قدرت ہمیں معاف نہیں کرے گی"۔

ملک معراج خالد صاحب کا یہ مشورہ ہر لحاظ سے صائب بھی ہے اور فکر انگیز اور عبرت آفریں بھی۔ ہماری سب سے بڑی غلطی (جسے بدقسمتی بھی کہا جاسکتا ہے) یہ ہے کہ ہم نے بڑی ہی تکلیف دہ غلطیاں بحیثیت قوم کی ہیں اور ہمیں نہ صرف یہ کہ ان غلطیوں کا احساس نہیں ہم اپنی بدبختی کی وجہ سے ان پر فخر بھی کرتے ہیں۔

میں ملک صاحب کے متذکرہ بیان کی روشنی میں آج صرف ایک ایسی قومی غلطی کا ذکر کروں گا جو ہم نے اس دور میں پاکستان کی پارلیمنٹ کو خدا اور رسولؐ سے بھی مقتدر و معزز قرار دے کر سعودی حکمران کے اشارے پر کی۔ جب خود ملک صاحب محترم فیڈرل منسٹر تھے۔ اس پارلیمنٹ کے ارکان (جس کے فیصلے کو ہم نے خدائے عزوجل کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے ہی ملک کے ۳۵، ۴۰ لاکھ کلمہ گوؤں کو غیر مسلم قرار دے دیا) بدکار بھی تھے اور ان کی اکثریت بدعنوان بھی اور جیسا کہ آنے والی حکومت کے شائع کردہ قرطاس ابیض سے واضح ہے ان کے ارکان کی اکثریت زانی، قمار باز، رسیئے، سمگلر، بددیانت، بدمعاملہ، شراب خور اور بدعنوان تھے۔

مگر چونکہ سعودی حکمران نے کہا تھا اور اس کے لئے ڈیڑھ دو ارب روپیہ بھی دیا تھا اس لئے ہم نے ان زانیوں، قمار بازوں، سمگلروں، رسیوں، بددیانتیوں، بدمعاملوں، شراب خوروں اور بدعنوانوں کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول و محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات پر ترجیح دی اور آئین میں تکفیر کو اسلام کی پہچان قرار دے کر ترمیم کر ڈالی اور بیک جنبش زبان ۳۵/۴۰ لاکھ کلمہ گوؤں پر غیر مسلم ہونے کی تہمت لگا دی جس کے بعد اس ٹیڑھی اینٹ پر جنرل ضیاء نے ایک اور عفونت انگیز آرڈی نینس کی تعمیر کی جس کی رو سے ان ۳۵/۴۰ لاکھ کلمہ گوؤں کو اذان کے ذریعہ یہاں تک کہنا بھی قانوناً جرم قرار دے دیا گیا کہ:

☆ اللہ سب سے بڑا ہے

☆ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

☆ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں

وغیرہ وغیرہ۔

اللہ رحم کرے ہم پر کہ پورے ۲۰ سال گزرنے کے بعد بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہوا کہ ہم نے علی الاعلان بحیثیت قوم خدائے جبار و قہار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات کا منہ چڑایا ہے۔ ہم نے سرایوان اس جبار و قہار کے غضب کو للکارا ہے جو یقیناً غضب میں دھیما ہے لیکن اس کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں۔ اس کی ڈھیل اصلاح کی غرض سے ہوتی ہے مگر جب آنکھوں اور کانوں پر غفلت اور بغاوت کے پردے پڑ جائیں تو وہ جو سنتا ہے دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے ایسی گرفت کرتا ہے کہ نیرو تک کی روح بلبلا اٹھے۔

مجھے ذاتی طور پر خوشی ہوئی یہ پڑھ کر کہ بحیثیت قوم اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کی آواز اس شخص نے بلند کی ہے جو اس وقت فیڈرل منسٹر تھا جب ہم نے اپنی بدبختی کو انتہا تک پہنچاتے ہوئے خدا اور رسولؐ کے احکام کا منہ چڑایا اور اس کے غضب کو للکارا۔ میرے دل نے چاہا کہ میں انہیں یہ بھی یاد دلا دوں کہ بحیثیت قوم ہماری سب سے پہلی غلطی کیا تھی جس کے بعد ہماری بدبختیوں کا آغاز ہوا اور اب تو صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ ہم جتنا ابھرنے کی کوشش کرتے ہیں اتنے ہی نحوستوں، باہمی کدورتوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔

اللہ ملک صاحب کو یہ بھی توفیق دے کہ وہ دنیوی آنکھ لحاظ سے بے پروا ہو کر محض اپنے رب کی خوشنودی کے لئے اس سے اپنا معاملہ صاف رکھنے کے لئے قوم کو واضح لفظوں میں بتانے کی توفیق بھی پائیں کہ وہ سب سے پہلی غلطی کیا تھی جس کے بعد ہماری معاشرت سے مہر وفا اور "اخوت اسلامی" کی تمام اقدار غائب ہو گئیں اور ہم پر ہر طرف سے نحوستوں اور بدبختیوں کی یورشیں شروع ہو گئیں۔

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور پاکستان۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۴ء صـ ۴)

بقیہ از صفحہ اول: مختصرات

☆ Rape اور زناء کے لئے چار گواہوں کی شرط ہے مگر اب سائنس نے .D.N.A کی تحقیق کی ہے۔ تو کیا .D.N.A کے رزلٹ ہی کافی ہونگے یا چار گواہ پیش کرنے ضروری ہیں؟

☆ عیسائیوں سے گفتگو کے دوران تثلیث کے رد میں سب سے مؤثر دلیل کیا ہے؟

حضور نے اس سوال کے جواب میں کہ امام مہدی کی کیا ضرورت ہے فرمایا تھا کہ آپس میں مسلمان لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں اس لئے ایک امام مہدی کی ضرورت ہے تو اس پر ایک غیر احمدی نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جلدی بعد ہی صحابہؓ بھی تو آپس میں لڑنے لگے تھے۔ اس وقت کیوں نہ امام مہدی کو بھیجا گیا؟

☆ ایک غیر از جماعت دوست نے سوال اٹھایا ہے کہ جماعت احمدیہ کہتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتی ہے۔ دوسرے قرآن مجید کو بھی اپنی دینی کتاب مانتی ہے اور تیسرے اسی شریعت کو مانتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تو پھر سوال ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کیا پروگرام لے کر آئے اور ان کی ضرورت کیوں پیش آئی اگر ان کے پاس کوئی نیا پروگرام نہیں تھا تو دعویٰ کس بات کا؟

☆ قرآن مجید میں "ما" کے کئی جگہ معنی "نہیں" کے ہوتے ہیں اور کئی جگہ "جو" کے ہوتے ہیں۔ کیسے پتہ چلے کہ کہاں کیا معنی ہونگے۔ ؟

☆ دعا اور بد دعا میں کیا فرق ہے؟

☆ ہمارے مسلک میں قبرستان میں پھول لگانا اور درختوں و پودوں کے ذریعہ سجاوٹ تو جائز ہے مگر قبروں پر پھول رکھنا ناجائز ہے اس کی کیا وجہ اور حکمت ہے؟

☆ پاکستان میں بعض ججوں نے اس بات کی آڑ لے کر کہ زنا میں چار گواہوں کی شرط ہے ایسی عورتوں کو جو زناء بالجبر کا شکار ہوئیں اور ان کے پاس اور کوئی گواہ نہیں تھا اس وجہ سے ان کو قید کیا اور تکالیف پہنچائیں تو اس کے بارہ میں کیا تبصرہ ہے؟

☆ شان مہدویت اور شان مسیحیت کے بارہ میں وضاحت؟

☆ سورہ یوسف میں " وقطعن ایدیھن " کا ترجمہ بظاہر ہاتھ کاٹ دینا یعنی کاٹ کر اتار پھینکنا ہونا چاہئے مگر کوئی مفسر بھی ان کے معنی ہاتھ کاٹنا نہیں کرتا بلکہ زخمی کرنا کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟

☆ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بھی بیعت میں داخل ہوئے پھر اس کے بعد ان کے احمدیت چھوڑنے کی کیا وجہ تھی؟

☆ اشراق کی نماز یا نوافل کی ادائیگی سورج طلوع ہونے کے کتنی دیر بعد ہو سکتی ہے؟

(ع ۔ م ۔ ر)

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۴)

آ سکتی ہے لیکن علامتیں اتنی کثرت سے ہوتی ہیں کہ ہومیو پیتھ بیچارے اندازے ہی لگاتے رہتے ہیں کہ اس بیماری کی یہ دوا ہے لیکن وہ دوا دے کر دیکھو پھر بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

حضور نے فرمایا کہ علاج تب ہوتے ہیں کہ آپ خود دواؤں کے مزاج میں ڈوب کر ان کو اپنا دوست بنا لیں۔ جسے آپ اکٹھے پلتے ہیں تو ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دواؤں کے مزاج کا واقف ہونا پڑتا ہے۔ تو میں نے ابتداء ہی میں فیصلہ کیا تھا کہ جب بھی کوئی مریض آئے گا چاہے ساری رات جاگنا پڑے جو جو دوائیں مجھے یاد ہیں کہ ہو سکتی ہیں وہ دوائیں ضرور پڑھوں گا اور صبح تک دوائیں پڑھتے پڑھتے جو سب سے قریب آتی تھی وہ میں استعمال کرتا تھا۔ اور اتنی دفعہ پڑھنا پڑا کہ سب دواؤں کے مزاج سے آشنائی ہو گئی۔ پھر یہ ضرورت نہیں رہی کہ ہر دوا کی علامت ڈھونڈی جائے۔

ملیریا کا نسخہ

حضور نے بتایا کہ آپ کو ملیریا بخار سال میں تین مرتبہ ہو جایا کرتا تھا اور جب بھی ہوتا زندگی اجیرن ہو جاتی تھی۔ لمبے مطالعہ کے بعد آپ کو اس کے علاج میں دو دوائیں اچھی لگیں ایک برائی اونیا (Bryonia) اور دوسری رسٹاکس (Rhus — Tox) ۔ حضور نے فرمایا کہ رسٹاکس کا جلد سے بھی تعلق تھا اور مجھے پتہ تھا کہ مجھے یہ بیماری اس وقت لگتی ہے جب کہ جلد اپنا کوئی اثر دکھاتی ہے۔ برائیونیا اور رسٹاکس کا آپس میں یہ تعلق ہے کہ بعض دفعہ حرکت سے بھی تکلیف ہوتی ہے اور لیٹ جاؤ کچھ دیر کے بعد پھر تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ وہ رسٹاکس ہے اور حرکت والا حصہ برائیونیا ہے۔ تو سوچا کہ میں ان کو Alternate کروں، گھنٹے گھنٹے کے بعد پہلے برائیونیا اور پھر رسٹاکس استعمال کی۔ اس کے بعد اگلا جو بخار کا حملہ ہوا وہ پہلے دن ہی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد دو تین سال تک قریب بھی نہیں آیا۔ پھر جب بخار شروع ہوا میں نے پھر وہی دوائیں استعمال کیں اور انہوں نے بعینہ اسی طرح اثر دکھایا۔ پھر دس پندرہ سال کے بعد وہی علامتیں ظاہر ہوئیں تو پھر وہی دوائی استعمال کی تو اس نے اسی طرح کام کیا۔ تو دوائیں بھی مزاج سمجھ کر دینی پڑتی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ہر ہومیو پیتھ اپنے تجربے سے آپ اپنا میٹیریا میڈیکا بنا رہا ہے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ اس کو جو چیزیں معلوم ہوتی ہیں وہ اپنے سینے کا راز بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور فخر کرتا ہے کہ اس دوا کا نسخہ مجھے معلوم ہے۔ اور اس جہالت کی وجہ سے ہومیو پیتھی کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے اور مشرقی علوم اسی وبال میں مارے گئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ نسخہ سینہ بسینہ کئی نسلوں سے چلا آرہا ہے۔ ایسے لوگ سخت بے وقوف ہیں۔

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

MOST COMPETITIVE PRICES IN WORLD WIDE FREIGHT FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

1 HOUR PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK ROAD, SOUTHFIELDS, LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

امام خالد سلیم مرحوم آف وا (Wa)، گھانا

(قریشی داؤد احمد ساجد (مبلغ سلسلہ) گھانا، مغربی افریقہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے جو عظیم الشان وعدے فرمائے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ " میں تیرے دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا" چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسے مخلص، فدائی، وفا شعار، متقی اور پاکباز انسان عطا فرمائے جن کی پاکیزہ زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ دلی محبوں کا یہ گروہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب، ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ ہر طرف موجود ہے۔ غانا سے مکرم قریشی داؤد احمد صاحب ساجد (مبلغ سلسلہ) نے گھانا کے ابتدائی احمدیوں میں سے ایک ایسے ہی نہایت مخلص، فدائی داعی الی اللہ اور خادم سلسلہ کے نہایت ایمان افروز واقعات پر مشتمل ذیل کا مضمون بھجوایا ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔

آپ بھی اپنے ملک کے بزرگ ابتدائی احمدیوں کی قربانیوں اور اخلاص کے واقعات پر مشتمل مضامین الفضل انٹرنیشنل میں اشاعت کی غرض سے ہمیں بھجوائیں اور اگر ہو سکے تو ان کی تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ زندہ قومیں اپنے بزرگوں کی نیک یادوں کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اخلاص اور فدائیت کی روشن مثالیں قائم کیا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان — [مدیر]

آج جماعت احمدیہ گھانا کی جس شخصیت کی زندگی کے بارہ میں مختصراً تذکرہ کرنا مقصود ہے وہ واقعی اس بات کی حقدار ہے کہ اس کا ذکر خیر بڑی محبت اور احترام سے کیا جائے۔ میری مراد مکرم امام خالد سلیم صاحب مرحوم سے ہے جو " وا " اپر ویسٹ ریجن گھانا کے رہنے والے تھے۔

مکرم امام خالد سلیم صاحب مرحوم ۱۸۹۸ء میں وا (Wa) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سلیم اور والدہ کا نام ہادون (Hadoon) تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو آپ کے ایک رشتہ دار معلم سعید نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مکرم الحاج امام صالح مرحوم (جنہوں نے شمالی گھانا میں احمدیت کو متعارف کروایا) شمالی گھانا کے شہر " ٹمالے " (Tamale) میں جو "وا" سے تقریباً ۱۸۶ میل کے فاصلہ پر ہے، مقیم تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ "وا" تشریف لائے تو انہوں نے امام خالد صاحب کو چچازاد بھائی کی حیثیت سے اپنی کفالت میں لے لیا۔

امام الحاج صالح صاحب نے امام خالد سلیم صاحب کو قرآن مجید باترجمہ پڑھایا اور اس کے علاوہ حدیث اور عربی کی گرامر کی کچھ کتابیں بھی پڑھائیں۔ چچازاد بھائی اور شاگرد ہونے کے ناطے آپ کو الحاج امام صالح صاحب کے ساتھ گھانا کے جنوبی علاقہ، خاص طور پر "اشانٹی ریجن" (کماسی (Kumasi)) کی طرف تجارت کی غرض سے کئی پیدل سفر کرنے پڑے۔ انہیں سفروں میں ایک خوشگوار لمحہ ایسا آیا جب الحاج امام صالح کی ملاقات، موموسے (Momoese) میں ایک شخص یوسف سے ہوئی جس کے ذریعہ آپ کو احمدیت کا پیغام ملا۔ اس پیغام کے بعد آپ کا رابطہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی سے ہوا جنہوں نے الحاج امام صالح صاحب کو سالٹ پانڈ آنے کی دعوت دی چنانچہ اس ملاقات میں مختصر گفتگو کے بعد الحاج امام صالح نے احمدیت میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔

مکرم امام خالد صاحب (بقول ان کے) پہلے شخص تھے جنہوں نے الحاج امام صالح سے احمدیت کا پیغام سنتے ہی اپنے قبول احمدیت کا اعلان کیا۔

الحاج امام صالح صاحب نے جب احمدیت کا پیغام شمالی گھانا میں پھیلانا شروع کیا تو خاص طور پر " وا " میں ان کی شدید مخالفت ہوئی۔ مکرم امام خالد سلیم صاحب نے نہ صرف الحاج صالح کے دوش بدوش تبلیغ احمدیت کی بلکہ مخالفت کے ہر کڑے دور میں ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ مخالفت کے اس سنگین دور میں جب ایک موقع پر مخالفین نے الحاج امام صالح صاحب کو شہید کرنے کی نیت سے ان کے گھر پر حملہ کیا تو امام خالد سلیم صاحب اس وقت بھی آپ کی حفاظت کے لئے موجود تھے بلکہ آپ حملہ آوروں کے ہاتھوں شدید زخمی بھی ہوئے۔ اس حملہ میں مکرم الحاج امام صالح بھی زخمی ہوئے جو اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ کا خون اس قرآن مجید پر پڑا۔ یہ قرآن مجید آج بھی جماعت کے پاس موجود ہے۔

مخالفین سلسلہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے الحاج امام صالح صاحب کی ہدایات کے مطابق امام خالد سلیم صاحب کو مختلف علاقوں میں جماعتیں قائم کرنے اور انہیں منظم کرنے کی توفیق ملی جن میں ٹمالے (Tamale)، نورنگو (Novrango) پاگا (Pa-ga) اور ویلیلے (walembele) کی جماعتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس جگہ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اور ازدیاد ایمان کا موجب ہوگی کہ ان علاقوں میں آج بھی جبکہ کچھ سواری کا سامان میسر آ جاتا ہے۔ سفر بہت مشکل ہے لیکن ان ایام میں ان بزرگان نے اس سارے علاقہ میں پیدل چل کر تبلیغ کی۔ وا سے ٹمالے ۱۸۶ میل کے قریب ہے۔ نورنگو ۱۶۰ میل پاگا بھی تقریباً ۱۷۰ میل اور ویلیلے تقریباً ۵۰ میل ہے۔

مکرم الحاج صالح صاحب نے جب "وا" کی عالیشان مسجد کی تعمیر شروع کی تو اس موقع پر بھی امام خالد صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں اور ایک وقت میں جب الحاج امام صالح شدید بیماری کے باعث کام کی نگرانی نہ کر سکتے تھے تو آپ نے الحاج صالح کی ہدایات کے مطابق کام کی نگرانی کی۔

مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب جب بحیثیت امیر و مشنری انچارج گھانا تشریف لائے تو امام خالد صاحب کو باقاعدہ لوکل مشنری کے طور پر مقرر کیا گیا اور ۳ پونڈ الاؤنس دیا جانے لگا۔ چونکہ ان ایام میں آپ اس علاقہ میں اکیلے مشنری تھے اس لئے آپ کو اپر ریجن (موجودہ اپر ویسٹ اور اپر ایسٹ) کے لئے قائم مقام ریجنل مشنری مقرر کیا گیا۔ اپر ریجن میں بولگا ٹانگا، نورنگو، پاگا، ویلیلے کا علاقہ بھی شامل تھا جس کے فاصلہ سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا علاقہ تھا جس میں امام خالد سلیم صاحب نے اکیلے کام کیا۔ اس وقت ریجنل مشنری کا ہیڈ کوارٹر "وا" تھا۔

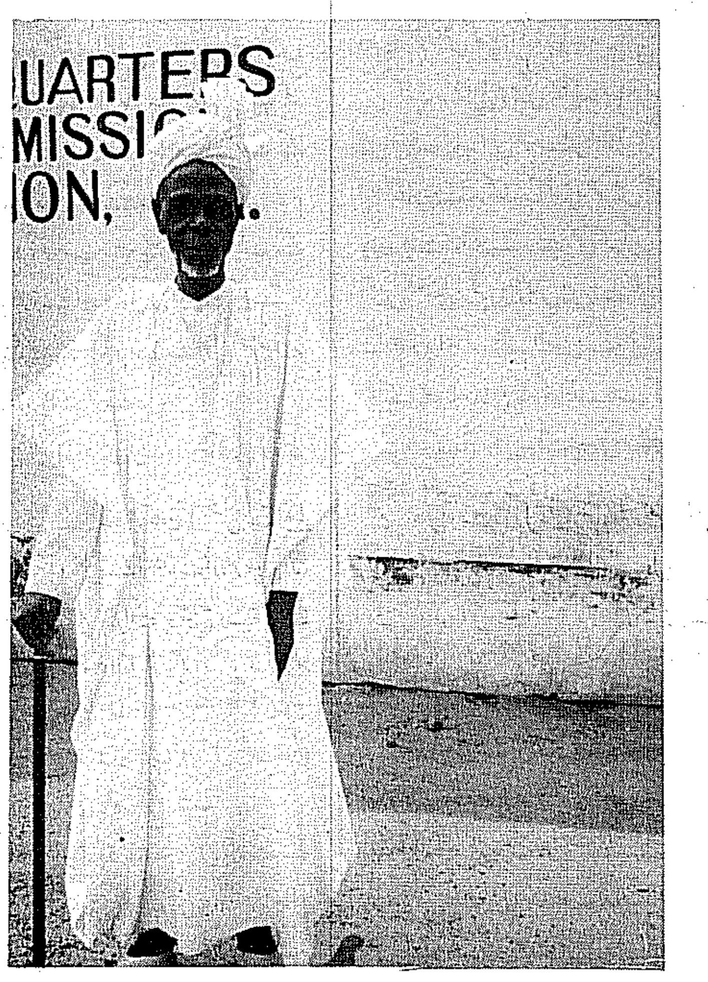

امام خالد سلیم مرحوم

مکرم امام خالد سلیم صاحب کے وقت میں مندرجہ ذیل طلباء دینی تعلیم کے حصول کے لئے ربوہ تشریف لے گئے جس میں مکرم مولوی محمد بن صالح صاحب، (نائب امیر دوم جماعت احمدیہ گھانا)، جن کو الحاج امام صالح صاحب نے بچپن میں وقف کر دیا تھا۔ اسی طرح مکرم مولوی عبدالغفار صاحب مبلغ طوالو، اور مکرم امام خالد صاحب کے فرزند مکرم مولوی عبدالکریم صاحب خالد (ریجنل مشنری ایسٹرن ریجن)، شامل ہیں۔

مکرم امام خالد سلیم صاحب نے ۱۹۷۸ء تک قائم مقام ریجنل مشنری کے طور پر خدمات سرانجام دیں اور جب مکرم مولوی محمد بن صالح صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ (پاکستان) سے فارغ التحصیل ہو کر گھانا تشریف لائے اور انہیں اپر ریجن کے لئے ریجنل مشنری مقرر کیا گیا تو مکرم امام خالد سلیم صاحب نے مشن کا چارج مکرم محمد بن صالح صاحب کو دے دیا اور خود نہایت خلوص اور عقیدت کے ساتھ ریجنل مشنری سے تعاون شروع کر دیا۔

باوجود اتنے بزرگ ہونے، صاحب تجربہ ہونے اور ایک لمبا عرصہ تک قائم مقام ریجنل مشنری رہنے کے مرکزی مبلغین کے ساتھ آپ کا تعاون بے مثال تھا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کہیں آپ کے ذہن میں کسی قسم کی بڑائی کا تصور نہ آیا۔ آپ کی اطاعت، عقیدت، خلوص اور تعاون دراصل ان کے خلافت سے بے پناہ پیار، محبت اور فدائیت کا نتیجہ تھا۔

اس جگہ یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ امام خالد سلیم صاحب کو امام کا لقب کیسے ملا! شمالی گھانا میں امام الحاج صالح کے وقت میں باقاعدہ جماعتی نظام قائم نہ تھا۔ چنانچہ امام الحاج صالح نے لوگوں کی تربیت اور اتحاد کی غرض سے اپنی مرض الموت کے وقت تین آدمیوں کو مقرر کیا کہ اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو دوسرا امام ہوگا جن میں امام خالد سلیم، معلم مومن اور معلم عبدالسلام کے نام شامل تھے۔

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue, Southall, Middx UB1 2AA

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Children and Ladieswear Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

امام خالد سلیم صاحب تمام مرکزی مبلغین کو اپنے بیٹوں سے بڑھ کر عزیز جانتے تھے۔ ان کا بہت زیادہ احترام کرتے، ہروقت ان کی ترقیات اور مشن کی کامیابی کے لئے دعا کرتے۔ آپ اپنی وفات تک ریجن کی مجلس عاملہ کے اعزازی رکن رہے اور کوشش کر کے عاملہ کی میں شامل ہوتے۔ کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جاتا تو خود بھی مبلغ کی اس مسئلہ میں اطاعت کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرتے اور فرماتے کہ ان لوگوں نے مرکز سلسلہ میں تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب اس زبان میں پڑھی ہیں۔ کچھ خلفاء کی زبان مبارک سے یہ چیزیں سنی ہیں۔ سلسلہ کے جید علماء سے قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لئے ان کی بات صحیح ہے۔

ان کی خوبیوں میں سے ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ باوجود کمزور صحت کے جب بھی کوئی مرکزی مبلغ انہیں ملنے جاتا اسے کھڑے ہو کر اور گلے لگا کر ملتے۔ جب یہ معلوم ہوتا کہ کوئی مرکزی نمائندہ سلام کے لئے آیا ہے تو فوراً سر پر پگڑی رکھ لیتے اور اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ مکرم امیر و مشنری انچارج صاحب سے انہیں انتہا درجہ عقیدت تھی۔ خاکسار نے تجربہ کیا ہے کہ جب بھی ان سے ملنے جاتا وہ امیر صاحب کی صحت کے بارہ میں پوچھتے۔ جب اکرا (Accra) آتا اور سلام کے لئے حاضر ہوتا تو سب سے پہلے امیر صاحب کے لئے سلام کا پیغام دیتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ واپسی پر ملاقات کے لئے جاتا تو سب سے اول محترم امیر صاحب کا حال دریافت کرتے۔

مرض الموت کی ابتداء میں ایک دن خاکسار کو کہنے لگے میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ میرے دل میں یہ شدید خواہش ہے کہ جس طرح میں نے ساری عمر الحاج امام صالح کے دوش بدوش کام کیا ہے وفات کے بعد مجھے ان کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ہم سب آپ کی درازی عمر کے لئے دعا گو ہیں۔ کہنے لگے میں بہت کمزور ہو گیا ہوں اور اس شدت کی بیماری مجھے زندگی میں پہلی دفعہ آئی ہے۔

خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے۔ مرض الموت کے آخری ایام میں انہیں بہت تکلیف تھی۔ خاکسار حال دریافت کرنے گیا۔ جب ان کے بیٹے برادرم محمود خالد صاحب نے انہیں خاکسار کے بارہ میں بتایا تو انہوں نے پوری قوت سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور ادھر ادھر ہاتھ مارے خاکسار کو احساس ہوا کہ وہ اپنی پگڑی تلاش کر رہے ہیں۔ برادرم محمود خالد سے کہا کہ انہیں کہیں وہ آرام کریں۔

شدید بیماری کے ایام میں خاکسار دوبارہ ملنے کے لئے حاضر ہوا۔ اس وقت تقریباً آپ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مکرم برادرم محمود خالد نے ان کا سر اپنی جھولی میں رکھا ہوا تھا۔ جب خاکسار کی حاضری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے برادرم محمود خالد کو اشارہ کیا کہ ان کی بات سنیں۔ چنانچہ اس کے کان میں کہنے لگے۔ ریجنل مشنری سے پوچھ کر بتاؤ کہ میں نے اپنی تدفین کے بارہ میں اس سے جو بات کی تھی اسے یاد ہے یا کہ نہیں؟ خاکسار نے عرض کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ چنانچہ پھر اطمینان سے لیٹ گئے اور اگلے روز ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ فجر کے وقت اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۹۵ سال تھی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو الحاج امام صالح کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک دیرینہ خواہش کو پورا فرما دیا۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ خدمت دین میں صرف کیا۔ اس عرصہ میں انفاق فی سبیل اللہ کو بھی اپنا شعار بنائے رکھا۔ آخری عمر میں بھی باقاعدگی سے چندہ جات ادا کرتے رہے حتیٰ کہ اگر آپ کا کوئی بیٹا انہیں معمولی رقم دیتا تو اس میں سے بھی ۱/۱۰ حصہ چندہ کے طور پر ادا کرتے۔ انہوں نے اپنی زمین میں آموں کا ایک چھوٹا سا باغ لگا رکھا تھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت نزدیک تھا تو اس وقت پودوں پر پھل لگا ہوا تھا لیکن کچا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ اگر ان کی وفات ہو گئی تو باغ کی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ان کی طرف سے چندہ کے طور پر ادا کریں۔ چنانچہ بعد میں ان کی وصیت کے مطابق باغ کی آمد میں سے ۱/۱۰ حصہ چندہ ادا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ قادر و قیوم خدا امام خالد سلیم مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیشہ ان سے رحمت اور فضل کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

..... طلاق کے واقعات میں ریکارڈ اضافہ

بقیہ

کے خواہشمند امیدواروں کے لئے سائیکو میٹرک ٹسٹ ہونے چاہئیں تاکہ ایسے افراد کو جو صحیح طور پر شادی کے بندھنوں کو نبھانے کے قابل نہ ہوں منتخب نہ کیا جائے۔

ان کا کہنا ہے کہ شاہی جوڑوں کی طرح پادری جوڑوں پر بھی پبلک کی نظر ہوتی ہے اور لوگ امید کرتے ہیں کہ وہ مثالی جوڑے ثابت ہوں۔ پادریوں کی شادیوں کی ناکامی کے جو واقعات گزشتہ کچھ عرصہ میں سامنے آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری چرچ کی کسی ملازمہ پر فریفتہ ہو گئے اور اس طرح ناجائز تعلقات قائم کر لئے یا پھر اپنے حلقہ میں جوان بیواؤں یا غمزدہ خوبصورت جذباتی عورتوں کو تسلی دیتے ہوئے اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا یا پھر ایسی ازدواجی الجھنوں کے شکار جوڑوں کو مشورہ دیتے ہوئے خود اپنی شادیاں برباد کر بیٹھے۔ مگر بعض پادریوں کی بیویوں نے یہ شکایت بھی کی ہے کہ ان کے خاوند چرچ کے کاموں کو گھریلو کاموں پر ترجیح دیتے ہیں اس طرح فیملی کے لئے ان کے پاس کوئی وقت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آپس میں ناراضگیوں اور بداعتمادی کا آغاز ہوتا ہے۔ مگر ان سب سے زیادہ حیران کن بات جو سامنے آئی ہے وہ پادریوں میں ہم جنس پرستی کا رحجان ہے۔ گزشتہ سال میں برطانیہ اور آئرلینڈ میں متعدد ایسے واقعات اخباروں میں شائع ہوئے ہیں جس میں یا تو پادریوں پر ہم جنس پرستی کا الزام لگایا گیا یا پھر پادریوں نے ہم جنس پرست ہونا قبول کیا جس سے چرچ کی انتظامیہ میں ایک زلزلہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

طلاق کے ان واقعات کی بڑھتی ہوئی رفتار پر چرچ کی انتظامیہ کو اس لئے بھی تشویش ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں چرچ کو متعلقہ عورتوں کی پنشن، گزارہ، رہائش اور دیگر ضروریات کے لئے بھاری رقوم خرچ کرنی پڑتی ہیں۔

کمپیوٹر کے جدید استعمال

(آصف علی پرویز۔ لندن)

کمپیوٹر کے روز مرہ استعمال سے اب کون واقف نہ ہو گا۔ ترقی یافتہ ممالک میں تو اس کے بغیر روز مرہ کے کام ہونے بھی ناممکن ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے چند نئے استعمال بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) کمپیوٹر بطور ملٹی میڈیا

ایک نئی ایجاد جو کمپیوٹر سے ممکن ہوئی ہے کہ کمپیوٹر کو بطور ملٹی میڈیا Multi—Media استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کمپیوٹر کی سکرین کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک حصہ سے آپ ٹیلی ویژن کی طرح کی فلم دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ باقی کا حصہ انشاء پردازی (Word Processing)، تصویر کشی (Graphics)، معلومات کو دیکھنا (Databases) کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایک حصہ فیکس بھجوانے اور الیکٹرانک خط و کتابت (Electronic - Mail) کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے دفاتر سے منسلک کمپیوٹروں سے گھر بیٹھے ہی رابطہ ہو سکتا ہے۔ اس ایجاد کا آنے والی صدی میں انسان کی معاشرتی زندگی پر گہرا اثر پڑے گا۔ مثلاً آپ کو دفاتر میں کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ عملاً دفاتر کمپیوٹر کی مدد سے آپ کے گھر میں آجائے گا۔ لائبریریوں میں کتابیں رکھنے کی بجائے لیزر ڈسک (Laser Disk) پر ہونگی۔ آپ اپنے گھر بیٹھے کمپیوٹر کی مدد سے دنیا کی کسی بھی لائبریری سے رابطہ قائم کر کے متعلقہ کتاب (جواب لیزر ڈسک پر ہو گی) پڑھ سکیں گے۔ بلکہ کمپیوٹر اس قابل ہو گا کہ وہ کتاب آپ کو سنا سکے۔ عام خط و کتابت کے لئے خط پوسٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ خط کو کمپیوٹر کی مدد سے لکھئے اور ایک بٹن دبانے پر خط متعلقہ شخص کو سیکنڈز میں پہنچ جائے گا۔ آج کل تعلیم کے شعبہ میں اس ٹیکنالوجی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ بہت سارے تعلیمی پروگرام (خاص طور پر بڑی عمر کے لوگوں کے لئے) لکھے جا رہے ہیں جن کی مدد سے کمپیوٹر آپ کو علم سکھانے میں ممد و معاون ہو گا۔

(۲) روبوٹ میں کمپیوٹر

مغربی دنیا میں روبوٹ صنعتی زندگی میں اہم کام سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ یورپ کی بڑی بڑی کار بنانے والی فیکٹریوں میں روبوٹ ہی ویلڈنگ کرتے ہیں، کاروں کو پینٹ کرتے ہیں بلکہ ایسی فیکٹریاں ہیں کہ جن میں کار تمام کی تمام روبوٹ کی مدد سے تیار ہو رہی ہے۔

ابھی پچھلے دنوں خبر آئی کہ کپڑے سینے والی مشینیں بھی اب کمپیوٹر کی مدد سے چلیں گی۔ اپنی مرضی کا ڈیزائن کمپیوٹر میں ڈالئے اور کچھ ہی دیر بعد آپ کی پسند کا لباس پہننے کے لئے تیار ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے بعض نہایت ہی طاقتور مشینیں بنائی گئی ہیں جنہیں پائلٹ جہاز اڑانے کے لئے اور ٹریننگ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ انہیں فلائٹ سیمولیٹر (Flight Simulator) کہتے ہیں۔ اس مشین کے اندر آپ بیٹھ جائیں تو یوں محسوس ہو گا کہ آپ جہاز کے کاک پٹ میں بیٹھے ہیں اور جہاز (یا مشین) پائلٹ کی ہدایت کے مطابق اڑتی ہے۔ اور اس بات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہوتا کہ آپ اصلی جہاز میں ہیں یا اس مشین میں۔ مجھے خود بھی اس مشین کو اڑانے کا موقعہ ملا۔ اگر جہاز کو پوری احتیاط کے ساتھ نہ اتارا جائے تو جس قسم کا جھٹکا لگتا ہے ویسا ہی جھٹکا اس مشین سے ملتا ہے۔ خراب موسم میں جو ہنگامی حالات پیدا ہو سکتے ہیں وہ بھی ایک بٹن دبانے سے مصنوعی طور پر پیدا کئے جا سکتے ہیں اور پائلٹ ہنگامی حالات میں جہاز کو کنٹرول کرنے کے بارے میں بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔

(۳) کمپیوٹر سے آپریشن

اگرچہ طبی شعبہ کے بہت سارے حصوں میں کمپیوٹر پہلے بھی استعمال کئے جا رہے ہیں لیکن ایک حیران کن استعمال کمپیوٹر کی مدد سے دور دراز مریض کا آپریشن کرنا ہے۔ ایسے روبوٹ یا مشینیں ایجاد کی جا رہی ہیں جو دور دراز بیٹھے ہوئے انسان کی حرکات کی ہوبہو نقل کر سکیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اس مشین کو دور بیٹھے ہوئے ہدایات دیں گے اور یہ روبوٹ ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے سرجری کا کام کرے گا۔ اگرچہ یہ ایجاد ابھی تجرباتی مراحل میں سے گزر رہی ہے۔ لیکن اس کا استعمال سرجری میں حیران کن تبدیلی لائے گا۔ میدان جنگ میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کا فوری اپریشن ڈاکٹر کی نگرانی میں (جو بہت دور بیٹھا ہو گا) روبوٹ ہی کریں گے۔

(۴) چکھنے والے کمپیوٹر

سائنس دانوں نے ایسے کمپیوٹر ایجاد کر لئے ہیں جو کسی چیز کا ذائقہ "چکھ" کر بتا سکیں گے۔ کمپیوٹر کے ساتھ ایک پرزہ لگایا جائے گا جسے پروب (Probe) کہتے ہیں۔ یہ پرزہ اس چیز میں ڈالا جائے گا جس کا ذائقہ "چکھنا" مقصود ہے۔ متعلقہ معلومات کمپیوٹر کو اس پرزہ کے ذریعہ پہنچائی جائیں گی جو تجزیہ کے بعد ذائقہ کے بارے میں معلومات مہیا کر دے گا۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ بات بھی لکھ دوں کہ دیکھنے، بولنے اور سننے والے کمپیوٹر تو اب بن چکے ہیں اور مختلف تجرباتی مراحل میں ہیں۔ دیکھ کر کتابیں پڑھنے والے کمپیوٹر تو اب صنعت و حرفت اور دفاتر میں استعمال ہو رہے ہیں اور روز مرہ ان کے استعمال میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

خالد احمدیت۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب مرحوم

(بریگیڈیئر محمد وقیع الزمان خان، ریٹائرڈ)

حضرت مولانا ابو العطاء مرحوم و مغفور سے خاکسار کی پہلی بالمشافہ ملاقات ۱۹۳۵ء میں ہوئی تھی جبکہ خاکسار تیرہ چودہ برس کا تھا۔ اور آخری ملاقات ۱۹۷۵ء میں جامعہ احمدیہ کی ایک تقریب میں ہوئی تھی۔ اس چالیس سال کے عرصہ میں حضرت مولوی صاحب موصوف کو دیکھنے اور سننے اور آپ سے مستفیض ہونے کا بفضلہ تعالیٰ کافی موقع ملا۔ مرحوم جماعت احمدیہ کے ایک بطل عظیم تھے اور دعوت الی اللہ کے میدان میں آپ کو ایک فتح نصیب جرنیل کا مقام حاصل تھا۔ جس کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے "خالد احمدیت" کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ ماشاء اللہ علم اور فضل اور تقویٰ کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے کہ مجھ جیسا عام انسان جو سرکاری ملازمت اور کسب معاش اور غم ہائے روزگار کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ آپ پر بہت دور سے اور بہت نچلی سطح سے ہی نظر ڈال سکتا تھا۔ اور عامۃ الناس کے لئے آپ کی تحریروں اور تقریروں اور درس و تدریس کا جو دریائے فیض جاری رہا اس سے اپنے ظرف اور استعداد اور توفیق کے مطابق فیض یاب ہو سکتا تھا مگر مذکورہ دونوں ملاقاتیں چونکہ بالمشافہ تھیں ایک لڑکپن میں اور دوسری عمر کے آخری حصہ میں اور دونوں نے میری ذات اور شخصیت پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اس لئے ان کو ضابطہ تحریر میں لانے کو دل چاہتا ہے۔

مگر بالواسطہ کسب فیض کی ابتداء پہلی ملاقات سے بھی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ خاکسار بمشکل نو یا دس سال کا ہوگا کہ میرے والد صاحب محترم (رفیع الزمان خان صاحب مرحوم و مغفور) نے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کی مشہور اور نابغہ روزگار تصنیف "تفہیمات ربانیہ" جو کہ ایک ضخیم کتاب ہے، میرے اس وقت کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھما دی تھی اور تین چار صفحات پر نشان لگا کر ارشاد فرمایا کہ ان کو زبانی یاد کر کے انہیں سناؤں۔ اپنی عمر اور آجکل کے نو دس سال کے بچوں کے دینی علم کا معیار دیکھ کر اب خاکسار کو خود حیرت ہوتی ہے کہ اس وقت ان صفحات کو صحیح طور پر پڑھنے اور یاد کرنے اور مضمون کو صحیح طور پر سمجھ کر الفاظ کو مناسب زیر و بم کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق کس طرح حاصل ہو گئی۔ بہرحال جب والد صاحب کی اپنی تسلی ہو گئی تو اگلی عید پر نماز کے بعد تمام احباب جماعت کے سامنے آپ نے یہ آموختہ تقریر کروا دی۔ مجھے یاد ہے کہ یہ نماز سولجر بازار کراچی میں ڈاکٹر حاجی خان صاحب مرحوم کے مکان پر ہوئی تھی۔ ایک چھوٹے سے بچے کے منہ سے ایسی فصیح و بلیغ تقریر سن کر احباب خوب متاثر ہوئے۔ واہ واہ ہوئی اور اس دفعہ عیدی بھی کافی ملی۔ لیکن اس کا جو اصل فائدہ ہوا وہ یہ تھا کہ مجمع میں تقریر کرنے کی جھجک جسے انگریزی میں (Stage Fright) کہتے ہیں ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی۔ عیدیاں تو اسی وقت خرچ ہو گئیں مگر اس اثاثہ نے ساری عمر ساتھ دیا۔ اس تربیت کا آغاز چونکہ حضرت مولانا ابو العطاء کی تصنیف سے ہوا اس لئے چاہا کہ اس کا بھی ذکر کرتا چلوں۔ "تفہیمات ربانیہ" منشی محمد یعقوب صاحب کی کتاب "عشرہ کاملہ" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا اہم حصہ ہے۔ الحمدللہ کہ یہ کتاب جو بہت عرصہ سے دوبارہ نہیں چھپی تھی اور تقریباً نایاب تھی اب لندن سے شائع ہو چکی ہے اور آسانی سے دستیاب ہے۔ موجودہ نسل کے فائدہ کے لئے اس کی وسیع اشاعت بہت ضروری ہے۔

حضرت مولانا صاحب سے خاکسار کی پہلی بالمشافہ ملاقات غالباً ۱۹۳۵ء میں ہوئی تھی۔ آریہ سماج سے ایک مناظرہ طے ہوا تھا۔ جس میں ہماری طرف سے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب اور دوسری طرف سے رام چندر دہلوی مناظر تھے۔ پنڈت رامچندر پہلے مسلمان ہوتے تھے پھر مرتد ہو گئے اور ویدوں کی تعلیم حاصل کر کے آریہ سماج کے قابل ترین مناظر بن گئے۔ دہلی کی ٹکسالی زبان میں بہت اچھی اردو بولتے تھے۔ اور حاضرین میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو اللہ کو پرمیشور نہیں بلکہ موقع محل کی مناسبت سے "اللہ جل شانہ" کہتے تھے۔ اور ان کی زبان دانی سے مسلمان سامعین خاص طور پر متاثر ہو جاتے تھے۔ مناظرے کی تاریخ سے ایک دو روز قبل حضرت مولانا صاحب کراچی تشریف لے آئے تھے۔ اس وقت انجمن احمدیہ کراچی کا دفتر بولٹن مارکیٹ کے علاقے میں ایک کرایہ کے مکان میں ہوتا تھا۔ اور نمازیں بھی وہیں ہوتی تھیں۔ حضرت مولانا صاحب کا قیام دفتر کے اوپر ایک بالاخانہ میں تھا۔ جس دن مناظرہ تھا مولانا صاحب مجلس سے اٹھ کر اوپر بالاخانہ میں یہ کہہ کر چلے گئے کہ مجھے مناظرے کی تیاری کرنا ہے۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک پیغام لے کر بالاخانہ پر جانا پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جائے نماز بچھا کر سجدہ میں گرے ہوئے ہیں۔ اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور حق کی فتح کے لئے دعا کر رہے تھے۔ ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس حالت میں نہ تو مولوی صاحب کو میرے آنے کی خبر ہوئی اور نہ ہی مجھے جرات ہوئی کہ آواز دے کر اطلاع کروں۔ کافی دیر بعد جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نفل ختم کئے تو آنسوؤں سے چہرہ مبارک اور داڑھی اور جائے نماز تر تھے۔ وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے اسی طرح پھرتا ہے اور اس مناظرے نے میرے شعور اور لاشعور پر دعا کی اہمیت اور کیفیت اور کمیت کے بارے میں انمٹ نقوش چھوڑ کر میری تربیت میں اہم حصہ لیا ہے۔ اسی روز میں نے حضرت مولانا صاحب کی دعا کو قبول ہوتے بھی دیکھ لیا۔ میدان مناظرہ میں آپ کی تقریر کے دوران اللہ تعالیٰ کی نصرت یوں نازل ہو رہی تھی گویا فرشتے اتر رہے ہوں۔ آپ کے استدلال اور کمال علم اور پرشوکت انداز کلام کی ہیبت کے آگے پنڈت رام چندر دہلوی کی لسانی ختم ہو گئی اور یوں لگتا تھا کہ پنڈت جی کی قوت بیان جس پر انہیں اور تمام آریہ سماج کو ناز تھا اس روز سلب ہو کر رہ گئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

آخری ملاقات ۱۹۷۵ء میں جامعہ احمدیہ کی ایک تقریب میں ہوئی جس میں خاکسار کی تقریر تھی۔ افسوس اس وقت قطعاً معلوم نہیں تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ محترم حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب مرحوم و مغفور پرنسپل تھے اور ان دنوں ربوہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ان کی جگہ مولانا غلام باری صاحب سیف قائم مقام پرنسپل تھے۔ انہوں نے مجھ ناچیز ہیچمدان پر یہ زیادتی کی کہ جامعہ سے باہر کے بہت سے اہل علم کو بھی مدعو کر لیا جن میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب بھی تھے اور جن کو حاضرین میں دیکھ کر خاکسار کو بہت شرمندگی ہوئی۔ مولانا نے منکسر المزاجی کی حد کر دی کہ تشریف لے آئے۔ مقصد اس ناچیز کی ہمت افزائی ہی ہوگا۔ تقریر کا موضوع تھا "جہاد زندگی" یا اس سے ملتا جلتا تھا۔ خاکسار نے تخلیق کائنات اور پیدائش حیات کے مختلف ادوار سے بات شروع کی۔ اور ارتقائے انسانی کے حوالہ سے بالآخر روحانی زندگی اور اس میں نفس امارہ اور نفس لوامہ کی جدوجہد اور نفس مطمئنہ کی منزل (جو روحانی جدوجہد کی منزل مراد ہے) تک بات پہنچانے کی کوشش کی اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کی خوشہ چینی کی۔ اس تقریر کے پہلے اور درمیانی حصے کے لئے اس وقت کی سائنسی تحقیق سے استفادہ کیا گیا تھا لیکن اس کو قرآن کریم کی محکمات سے تطابق دینے کے لئے اپنے ذاتی قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیا تھا۔ تقریر کے بعد حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے مجلس سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے ازراہ ذرہ نوازی، نیز رسم دنیا کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاکسار کی تقریر کی دل کھول کر تعریف فرمائی۔ لیکن جو بات اس تبصرہ کا ماحصل تھی وہ آپ کا آخری فقرہ تھا جس میں آپ نے کمال ملائمت سے فرمایا "تقریر کے بعض نکات پر بعض اعتراضات بھی پیدا ہوتے ہیں مگر میں ان میں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ بریگیڈیئر صاحب کو خود معلوم ہیں" اللہ اللہ کیا جامع اور بلیغ کلام تھا۔ کتمان حق بھی نہ ہوا۔ مقرر کی پردہ پوشی ہو گئی اور حاضرین کا وقت بھی ضائع نہ ہوا اور نہ ہی اس فائدہ کو نقصان پہنچا جو تھوڑا بہت تقریر سے حاصل ہوا تھا۔

کسے معلوم تھا کہ یہ حضرت مولانا صاحب سے آخری ملاقات ہے۔ ورنہ کسب فیض کا یہ نادر موقع ہرگز ضائع نہ ہونے دیتا۔ خود در دولت پر ساتھ جا کر مستفیض ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیّین میں جگہ دے۔

عیسائی پادریوں میں طلاق کے واقعات میں ریکارڈ اضافہ

(رپورٹ: ہدایت زمانی)

رومن کیتھولک چرچ میں آج بھی پادریوں کا بطور راہب زندگی بسر کرنا پسندیدہ امر سمجھا جاتا ہے مگر چرچ آف انگلینڈ میں پادریوں میں شادی کا رواج ترقی پذیر ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان میں طلاق کے واقعات میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے اور ایک تحقیق کے مطابق پادریوں میں خاص طور پر وکرز (Vicars) میں طلاق اور علیحدگی کے واقعات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ چرچ کے لیڈروں کو اس بارہ میں سخت تشویش لاحق ہو گئی ہے اور انہوں نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے کہ چرچ کے عہدیداروں کی ازدواجی راہنمائی کے لئے خصوصی مشیروں کی خدمات حاصل کی جائیں تاکہ طلاق تک نوبت نہ پہنچے۔

چرچ کی انتظامیہ نے کچھ عرصہ سے ماہرین کی ایک کمیٹی ان واقعات کا تجزیہ کرنے کے لئے مقرر کی تھی جو اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ پادریوں میں طلاق کی وجوہ زیادہ تر دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات، مالی پریشانیاں، ہم جنس پرستی کے رجحانات اور کام کے لمبے اوقات ہیں۔

ایک اندازہ کے مطابق آج سے ۱۰ سال قبل چرچ کے عہدیداروں میں صرف گنتی کی چند شادیاں ناکام ہوتی تھیں مگر اب برطانیہ میں ہی ہر سال یہ تعداد ۵۰ کے لگ بھگ پہنچ جاتی ہے۔ اور ان میں بیشتر ایسے واقعات ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے اخبارات کی زینت بنتے ہیں اور اس طرح چرچ کی بدنامی کا موجب ہو جاتے ہیں۔

یہ کمیٹی جلد ہی اپنی سفارشات چرچ کی انتظامیہ کے سامنے رکھے گی تاکہ ان کی روشنی میں میاں بیوی کے درمیان پیدا شدہ ازدواجی الجھنوں کو بطرز احسن حل کیا جا سکے۔

اسی موضوع پر حال ہی میں ایک کتاب بھی مارکیٹ میں آئی ہے جس میں مصنفین نے دعویٰ کیا ہے کہ چرچ کے عہدہ داروں کو ایسی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے جو انہیں شادی کے تقاضوں اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ذمہ داریوں سے آگاہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز یہ بھی دی گئی ہے کہ پادری بننے

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

Earlsfield
Properties
RENTING
AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN
ALL AREAS FOR
WAITING TENANTS

ADVERTISE YOUR GOODS
AND SERVICES IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
CONTACT
NOEEM OSMON MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095
Vol. 2 Friday, January 27, 1995 No. 4

شذرات

(م-ا-ح)

امت مسلمہ کے زوال پر غمزدہ ہونے والے ایک صاحب فکر جناب عبدالواجد خان صاحب نے انٹرنیشنل میڈیا وار اور عالم اسلام پر اس کے اثرات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کا لب ولہجہ شکایت کا ہے پر موصوف نے یہ نہیں سوچا کہ غیروں سے اور کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ایسی صورت حال پیدا کرنے میں ہم خود کس قدر قصور وار ہیں۔ خان صاحب نے یہ گلہ کیا ہے:

" امریکی اور مغربی پالیسی ساز اور ذرائع ابلاغ یورپی ممالک کے عوام اور پوری دنیا کو اسلام کے بارے میں گمراہ کرنے کے لئے مسلمانوں کا تعارف متشدد، جنونی، جارحیت پسند اور دلیل و معقولیت سے لاتعلق افراد کے طور پر کراتے ہیں"۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء)

سوال یہ ہے کہ جب اسلام اور مسلمانوں کے ترجمان اپنی باتوں اور تحریروں سے خود یہ تاثر دیں تو متاثرین کا کیا قصور۔ ابھی حال ہی میں اسلامی تنظیم "حزب التحریر" کے برطانوی صدر محمد عمر باقری کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا ہے جو سب کا سب متذکرہ بالا خصوصیات کا آئینہ دار اور تنگ نظری و رجعت کا مثالی نمونہ ہے۔ باقری صاحب نے مسلح جہاد کے جواز میں جو صورتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

" دوسرا جہاد اس وقت واجب ہے جب اللہ کے پیغام کو پھیلانے میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں"۔

(سنڈے میگزین جنگ لندن ۱۱ ستمبر ۱۹۹۴ء)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ فرانس، جرمنی، سپین، آئرلینڈ، امریکہ میں اللہ کا پیغام پھیلانا چاہیں اور وہ اپنی مصالح کے تحت ان کے طریقہ کار کی اجازت نہ دیں تو باقری صاحب کے ہم خیال اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے جہاد کریں گے۔ دوسری مثال لیں فرض کیجئے کہ حزب التحریر والے مغربی افریقہ کے کسی گاؤں میں جلسہ کر کے اللہ کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں (اس لئے کہ ان کے قول کے مطابق یہ ہر مسلمان کا فرض ہے) مگر گاؤں کا چیف اور باشندے اس بات کو پسند نہیں کرتے اور مزاحم ہوتے ہیں تو یہ لوگ کس قسم کا جوابی جہاد کریں گے۔ جنون اور جارحیت کا مظاہرہ کریں گے یا معقولیت کا ثبوت دیتے ہوئے پسپا ہو جائیں گے؟

ثابت یہ ہوا کہ غیر اگر ہمارے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں تو وہ ہمارے ہی قول اور فعل پر مبنی ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مضمون کو بھی اس امر کا کچھ احساس ضرور ہے اسی لئے آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے:-

" حکومت کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں جبکہ مغرب خود سکون کی تلاش میں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کو ان کے سامنے امن و سلامتی کے راستے کی حیثیت سے پیش کیا جائے"۔

لیکن اس موقف کی تردید ساتھ کے ساتھ عمر باقری جیسے انتہا پسند اپنی جارحیت سے کرتے ہیں۔ دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ جب ہم اسلام کو امن، سلامتی اور رواداری کے پیغام کے طور پر پیش کرتے ہیں تو ہمارے ایک ہاتھ میں تو یہ زیتون کی شاخ ہوگی مگر دوسرے میں ہماری اپنی لکھی ہوئی اسلامی تاریخ کی کتابیں جن میں فتوحات کے ذکر کے تحت جا بجا یہ درج ہے کہ جب بھی اسلامی لشکر کسی ہمسایہ ملک کی سرحد پر پہنچا، یا اس نے کسی غیر مسلم آبادی کا محاصرہ کیا تو مجاہدین کے کمانڈار نے قاصد بھیجے اور مطالبہ کیا کہ:

"اسلام قبول کر و یا جزیہ دو یا پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ، تلوار ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی"۔

یہ جملے ہر طالب علم کو اسلامی فتوحات کی ہر کتاب میں قریباً ہر مہم کے بیان میں نظر آئیں گے۔ اب نہ تو ہم پر امن، بے تشدد، غیر فوجی مہمات کی مثالیں اپنی تاریخ سے لاتے ہیں اور نہ ہی موجودہ زمانے میں کوئی ایسا ملک ہے جو اسلامی تعلیم پر عمل پیرا اور اس کا نمونہ ہو تو اس تناظر میں اگر غیر ہمارے امن اور رواداری کے دعووں کو محض جھوٹی تعلیاں سمجھیں تو ان پر کیا الزام؟

جناب واجد خان صاحب نے مزید یہ فرمایا کہ:

" یہ (اسلام) کسی کے خلاف نہیں بلکہ پوری انسانیت کا خیر خواہ ہے۔ اسلام پر مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں بلکہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے"۔

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر اسلام کا پیغام سب کے لئے ہے اور اسے سمجھنے کے لئے کوئی سوال پوچھ بیٹھتا ہے تو اس کے سوال کو اعتراض اور سائل کو دشمن کیوں سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے کسی شخص کو اپنے مطالعہ کے دوران اشکال پیدا ہوتا ہے اور وہ اسے دور کرنے کے لئے استفسار کرتا (کرتی) ہے تو ایسے لوگوں کو "دلیل و معقولیت" سے سمجھانے کے بجائے انہیں توہین مذہب کا مرتکب قرار دے کر ان کے سروں کی قیمت کیوں مقرر کی جاتی ہے۔ جب عمل یہ ہو تو ان کے معقولیت کے دعووں پر کون یقین کرے گا۔ البتہ ان صاحب کی تحریر کے آخری جملے سے اتفاق کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ وھو ھٰذا۔

" عالم اسلام کی موجودہ سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی حالت کو سامنے رکھ کر اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو کیا ابھی ہم دنیا کو قیادت مہیا کرنے کے لائق ہیں؟ یقیناً نہیں"۔

اگر یہ بات ہے تو غیروں پر غصہ کس لئے؟

قم باذن اللہ کہنے کو زباں بھی چاہئے

پہلے اپنی سانس میں تاب و تواں بھی چاہئے
قم باذن اللہ کہنے کو زباں بھی چاہئے
صرف پھونکوں سے نہیں جل اٹھتے مٹی کے چراغ
شعلۂ سوز مسیحائے زماں بھی چاہئے
کسمسایا بھی جو اپنی گور میں مردہ تو کیا
زندگی کے واسطے زندہ جہاں بھی چاہئے
آنکھ حیراں ہے زمیں کے رقص سے تیری اگر
گوش وا بہرِ سماعِ آسماں بھی چاہئے
باغ میں کچھ گل شگفتہ بھی ہوئے خود رو تو کیا
باغ کی ہے آرزو تو باغباں بھی چاہئے
گر فضا ایسی ہوئی ہے جس سے شرمائیں یہود
اس فضا میں ابن مریم کی فغاں بھی چاہئے
ظلم گو تنویرؔ اپنی جان پر ڈھاتا ہے آپ
کچھ مگر لطف نگاہ مہرباں بھی چاہئے

(روشن دین تنویر)

جماعت احمدیہ جرمنی کی طرف سے
بوزنیا میں متاثرہ افراد کے لئے تیس ٹن امدادی سامان

فرینکفورٹ [نامہ نگار] بوزنیا میں متاثرہ افراد کی امداد کے لئے دیگر یورپین احمدی مسلم جماعتوں کی طرح جماعت جرمنی بھی سارا سال امدادی سامان اکٹھا کر کے بوزنیا پہنچاتی ہے۔ موسم سرما کے آغاز پر اس کام کو زیادہ تندہی اور محنت سے سرانجام دیا جاتا ہے تا کہ سخت سردی اور برف باری کے دوران بوزنیا میں سخت حالات کا مقابلہ کرنے والے مجبور انسانوں کو کچھ نہ کچھ امداد فراہم کی جائے۔ چنانچہ امسال بھی مکرم زبیر خلیل صاحب اور مکرم طاہر اختر صاحب کی زیر نگرانی پورے جرمنی میں پھیلی ہوئی جماعتوں کے ساتھ ایک منظم پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں جماعت جرمنی کے تمام مرد و زن نے پورا پورا تعاون کیا اور دسمبر کے آغاز تک تقریباً ۳۰ ٹن سامان فرنکفورٹ سنٹر میں اکٹھا ہو گیا۔ جس کو لے کر دو امدادی قافلے فرنکفورٹ سے بوزنیا گئے۔

پہلا قافلہ جو دو ٹرکوں پر مشتمل تھا ۱۸ دسمبر کو فرنکفورٹ سے روانہ ہوا اور امدادی سامان کی تقسیم کے بعد ۲۸ دسمبر کو فرنکفورٹ واپس پہنچ گیا۔ اس قافلہ کے لیڈر مکرم یوہانس مبشر اختر تھے جبکہ ان کے ساتھ برطانیہ کی جماعت کے مکرم ناصر احمد دین صاحب تھے جن کو اس سے قبل بھی متعدد بار جماعت برطانیہ کے قافلے کے ساتھ بوزنیا جانے کا موقعہ مل چکا ہے۔ ان کے علاوہ جن دو بوزنین افراد نے بھی قافلہ کی رہنمائی میں معاونت کی ان کے نام Mr. Eveldin Arnautovic اور Mr. Ramiz Hasano-vic ہیں۔

ان چاروں افراد نے بوزنیا کے تین شہروں Visoko Rastalica! اور Harasnica میں پندرہ ٹن امدادی سامان کے پیکٹ تقسیم کئے۔

امدادی سامان کا دوسرا قافلہ ۴ جنوری کو فرنکفورٹ سے روانہ ہو کر ۱۶ جنوری کو واپس فرنکفورٹ پہنچا۔ اس میں مکرم مبشر اختر صاحب اور مکرم ناصر احمد دین صاحب کے ساتھ Mr. Vahid Sirco بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ بھی ۱۵ ٹن سامان کے ساتھ دو ٹرکوں پر مشتمل تھا اور بوزنیا کے دو شہروں Gracanica and Tuzla میں اس سامان کو تقسیم کیا گیا۔

یاد رہے کہ امدادی سامان میں ایک پیکٹ میں ایک کلو میدہ، ایک کلو چینی، دو بند ڈبے گوشت ۵۰۰ گرام، مچھلی کا ڈبہ ۵۰۰ گرام، کوکنگ آئل ایک لیٹر، Ketchup ایک بوتل، شہد ایک بوتل، اور صابن کی ٹکیہ پر مشتمل تھا۔

جماعت احمدیہ ناروے نے بھی ساڑھے تین ٹن سامان کے پیکٹ فرنکفورٹ بھجوائے جو جرمنی کے قافلہ کے ہمراہ بوزنیا پہنچا کر تقسیم کئے گئے۔

"اسلام کی تعلیم تمام میانہ روی کی تعلیم ہے"

(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad